الہلال

١

١١

لسان الغیب پریس کلکته

قیمت فی پرچه پانچ آنه

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالی گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول - - بارہ روپیہ

ہندوستان سے باہر کیلیے - - سولہ روپیہ

قیمت شش ماہی - - - سات روپیہ

قیمت فی پرچہ - - - پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "منیجر الہلال" کے نام سے کی جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں انکے لفافہ پر "ایڈیٹر" کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداری لکھیے جسکی اطلاع آپکو وصول قیمت کی رسید میں دیدی گئی ہے -

(۵) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامی ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) منی آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتری فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۱   کلکتہ : جمعہ ۲۷ ـ صفر ۱۳٤٦ هجری   جلد ۱

Calcutta : Friday, 26, August 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیے موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعة نہین رکھتی ۔ طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔ پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چھپتا هی ۔ اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی ۔ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔
الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ٦٥٧ مراسلات وصول هوی هین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۸٤	اردو حروف کی حق مین	۲۱۰
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	۱۲۱	حروف کی حق مین بشرطیکه	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۱۸٦	نستعلیق هون	٥٦

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاهر کیا هی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین هی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی ۔ آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الهلال

ان تمام اصحاب کیلیے

جو

قدیم تمدن و صنعت کی قیمتی اشیا کا شوق رکھتے ھین

دنیا مین عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ھے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار' پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں' پرانی تصویریں' پرانے سکے اور نقوش' پرانے زیور' آرائش و تزئین کا ھر قسم کا سامان' اور ھر طرح کے پرانے صنعتی عجائب و نوادر' اگر آپ کو مطلوب ھیں' تو ھم سے خط و کتابت کیجیے - کم از کم ھماری نمایش گاھوں اور ذخائر کی فہرستیں ھی منگوا لیجیے - اھل علم اور اھل دولت' دونوں کیلیے ھمارا ذخیرہ قیمتی ھے -

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ھے -

دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر' شام' فلسطین' ھندوستان' ایران' ترکستان' چین' وغیرہ ممالک میں ھمارے ایجنٹ ھمیشہ گردش کرتے رھتے ھیں - -

با این ھمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ھیں !

براعظم یورپ ، امریکہ ، اور مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل' کتب خانے' اور عجائب خانے' ھم سے نوادر حاصل کرتے رھتے ھیں - قاھرہ کے نئے ایوان شاھی کے نوادر ابھی حال میں ھم ھی نے فراھم کیے ھیں -

اگر آپکے پاس نوادر موجود ھوں

تو آپ فروخت کرنے کیلیے بھی پہلے ھم ھی سے خط و کتابت کیجیے - بہت ممکن ھے کہ ھمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپسے مل سکے -

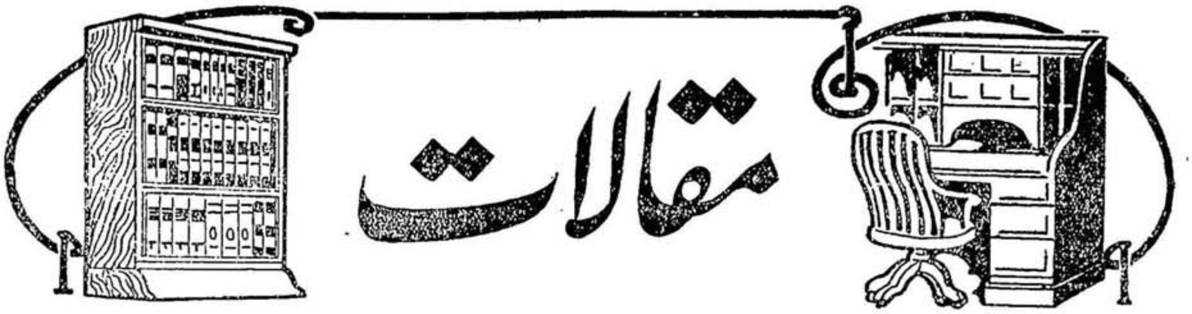

ليلى مجنون

از ڈاکٹر طاهه حسين

(۲)

قيس کے بارے ميں عام راوي تو صرف اختلاف بيانٔ هي پر قانع هيں ليکن ثقه راويوں کو انکار يا شک ميں تامل نهيں هے - ميں تمام اقوال پيش کرکے تحرير کو طول دينا نهيں چاهتا - آغاني کي پهلي اور دوسري جلد ميں کافي ذخيره موجود هے ' اور بآساني ديکها جا سکتا هے -

بعض راويوں کا انکار تو اِس درجه تک بڑه گيا تها که وه کهتے تهے :

" بني عامر (مجنوں کے قبيله) کے دل اِس قدر ٹهوس هيں که ان ميں اِتني زياده محبت هو هي نهيں سکتي - هاں بے عقل باشندگان يمن سے يه بعيد نهيں - ليکن بني نزار اِس سے کوسوں دور هيں "

ايک اور راوي تصريح کرتا هے :

" ميں قبيلۀ عامر کے ايک ايک خاندان ميں پهرا اور سب سے مجنوں کے متعلق سوال کيا - مگر کسي نے بهي اُس کي واقفيت کا اظهار نهيں کيا - بلکه سخت انکار کيا "

ايک دوسرے راوي کا بيان هے :

" ميں نے بني عامر کے ايک بدوي سے مجنوں کا حال پوچها - اُس نے بهت سے عامري مجنونوں کے نام بتائے اور اُن کے اشعار سنائے مگر قيس بن ملوح کے وجود سے برابر انکار کرتا رها "

پهر اُن راويوں پر نظر ڈالو جو اس مجنوں کے واقعات کے راوي هيں - وه خود آپس ميں سخت اختلاف رکهتے هيں ' حتىٰ که اُس کے نام تک پر متفق نهيں - کوئي قيس بتاتا هے - کوئي مهدي کهتا هے - کوئي اقرع قرار ديتا هے - کوئي بحتري پر زور ديتا هے - پهر اُس کے حسب و نسب کے بارے ميں اختلاف شروع هوجاتا هے - پهر خود اُس کا جنون بهي سب تسليم نهيں کرتے - کوئي کهتا هے ' وه بالکل ديوانه تها - کوئي اُسے عاقل گردانتا هے - اصمعي کا قول هے " وه مجنون نهيں تها - صرف ابو حيه نميري کي طرح تهوڑي سي سنک تهي " اِس کے بعد يه بحث شروع هوتي هے ' آخر وه مجنوں کيسے مشهور هوا ؟ بعض کهتے هيں " وه پہلے هي سے ديوانه تها " بعض اِس کے خلاف هيں اور يه وجه بيان کرتے هيں که " اُس نے ايک شعر ميں اپنے آپ کو مجنوں کها تها - اِس ليے اُس کا يه لقب پڑگيا جيسا که بهت سے شعراء کا حال هے - مثلاً نابغه " اختلاف ابهي ختم نهيں هوتا ' بلکه جنون کے سبب تک پهنچتا هے - کچهه لوگ کهتے هيں " محبت نے اُسے ديوانه بنا ديا تها " بعض کهتے هيں " در اصل اُس نے اپنے ايک شعر ميں خدا کي مشيئت پر اعتراض کيا تها ' اس ليے خدا نے اُس پر اپنا قهر نازل کيا ' اور ديوانه هوگيا " وه شعر يه هے : (اور کيا بے نظير شعر هے !)

قضاها لغيرّي و ابتلاني بحبها
فهلا بشيئ غير ليلى ابتلانيا ؟

(خدا نے ميري محبوبه کو تو دوسرے کے ليے کرديا - ليکن مجهے اُس کي محبت ميں مبتلا کرديا - کيا يه نهيں هو سکتا تها که ليلى کے سوا مجهے کسي دوسري مصيبت ميں مبتلا کر ديا جاتا ؟)

بعض راوي اِس کا رد کرتے هيں - اُن کا بيان هے که خدا کا قهر جنون کي شکل ميں نهيں بلکه برص کي شکل ميں اُترا تها - غرضکه جتنے منهه اُتني هي باتيں هيں - ايسي صورت ميں کون يقين کر سکتا هے که مجنوں جيسا کوئي مشهور شخص دنيا ميں کبهي موجود تها ؟

بلا شبه يه اعتراض پيدا هوتا هے که اگر مجنوں موجود نه تها تو يه پورا قصه کهاں سے آگيا ؟ اس کا جواب خود ادب اور شعر کے راويوں نے ديديا هے - ابن کلبي لکهتا هے :

" بني اميه کا ايک نوجوان اپني چچيري بهن پر عاشق هوگيا تها - جوش عشق ميں اُس نے اشعار کهے - پهر ڈرا ' مبادا راز کهل جائے اور طرفين کي رسوائي هو - لهذا اُس نے اس راز داري کے ليے مجنوں کا نام اختراع کرليا اور اپنے اشعار اُس کي طرف منسوب کرديے "

پهر هم يه بهي جانتے هيں که اُس زمانه ميں شعر و ادب کے ايسے راوي موجود تهے جنکا کام محض لوگوں کا دل بهلانا اور گرمي صحبت کے ليے داستانسرائي کرني تهي - وه اشعار و حکايات بناتے تهے اور بصره ' کوفه ' بغداد وغيره بڑے بڑے شهروں ميں پهيلا ديتے تهے - جس طرح آج کل کے بعض اخبار نويس لندن اور پيرس ميں طرح طرح کے افسانے مشهور کرديا کرتے هيں - يه معمولي لوگ نه تهے - اِن ميں ايسے لوگ بهي داخل تهے جنهيں آج کل ثقه راوي يقين کيا جاتا هے - اِنهوں نے اشعار و حوادث گڑهنے ميں غير معمولي مهارت حاصل کي تهي - وه صاحب علم و فکر تهے - اس ليے اُس زمانه ميں بهي عوام اُنهيں صادق و معتبر سمجهتے تهے اور ان کي روايت بغير شک وشبه کے قبول کر ليتے تهے - اس طرح کے راويوں ميں سے دو راويوں کے نام ميں يهاں پيش کرونگا - " حماد راويه " اور " خلف احمر " اِن دونوں شخصوں نے بے شمار مصنوعي واقعات و اشعار بنائے هيں - يه دونوں عربي زبان کے ماهر اور بدوي قبائل سے بهي بهتر عربيت کے اسرار و دقائق جاننے والے تهے - دونوں اپنے دين مذهب ميں مبهم اور لهو و لعب کے دلداده تهے - بعض هم عصر شعراء انکے شريک حال هوگئے تهے - اسليے ان کے راز جانتے تهے اور انکي صداقت ميں شبه کرتے تهے -

يه حال صرف رواة ادب و شعر هي کا نهيں هے - اهل علم جانتے هيں که انساب ' سير ' اور فتوح و غزوات کے بهت سے راوي بهي ايسے هي تهے - سيرت ابن هشام اٹهاکر ديکهو - اس ميں ايک بڑا ذخيره اشعار کا پاؤگے - ليکن خود ابن هشام روايت کے بعد تصريح کرتا جاتا هے " فن شعر کے اکثر عالم اس قصيده سے انکار کرتے هيں "

اصل یہ ہے کہ عرب ' روم ' ایران ' اور یونان؛ باہم بہت حد تک مشابہ ہیں - رومیوں نے یونان پر جنگی فتح حاصل کی تھی مگر یونان نے رومیوں پر ادبی فتح پا لی - یہی حال عربوں کا ہوا - اُنھوں نے ایران کو اپنے قومی جوش سے مسخر کیا ' مگر خود ایرانی ادب و ذہنیت سے مغلوب ہوگیے - اس ادبی فتح کے جلوے روم اور بغداد میں یکساں طور پر نظر آتے ہیں - یونان اور ایران ' دونوں نے یہ کیا کہ روم اور عرب کے تمدن پر دست درازی کی اور قطع و برید کرکے اسے مسخ کر ڈالا - یہی صورت حال انساب اور تاریخ و سیر میں بھی پیش آئی ہے -

ان وجوہ کی بنا پر ہمیں پورا حق ہے کہ اپنے ثقہ راویوں کی روایت پر بھی شبہ کریں - اور جب وہ مجنوں جیسے قصہ میں اس قدر باہم مختلف ہوں تو اور بھی زیادہ شک و احتیاط کریں -

ہمارے پاس بحث و تحقیق کا ایک طریقہ اور بھی ہے - لیکن وہ محض ایک فنی طریقہ ہے - تاریخ سے تعلق نہیں رکھتا - مجنوں کے اشعار میں ہم اِس طریقہ سے کام لے سکتے ہیں - شعر ہمیں خود بتادے گا کہ یا تو وہ بتکلف بنایا گیا ہے ' اس لیے محبت کا سچا جذبہ پیش نہیں کرتا - یا مختلف شاعروں کا کلام ہے اور راویوں نے سہواً یا عمداً اُسے مجنوں کی طرف منسوب کر دیا ہے -

جاحظ نے بالکل ٹھیک کہا ہے :

" کوئی شعر نہیں جس میں لیلی کا ذکر ہو اور لوگوں نے قیس بن ملوح (مجنوں) کی طرف منسوب نہ کر دیا ہو - اور کوئی شعر نہیں جس میں لبنی کا ذکر ہو اور قیس بن ذریح کے سر تھوپ نہ دیا گیا ہو - یہ واقعہ ہے کہ مجنوں کی طرف بہت سے شعر منسوب کر دیے گئے ہیں ' حالانکہ خود مجنوں کو اُنسے کوئی تعلق نہیں - یہ شعر اُن شاعروں کے ہیں جو نہ تو مجنوں تھے ' اور نہ محبت نے اُنکا وہ حال کر دیا تھا جو مجنوں کا تھا "

شاعر کی تحقیق کس طریقہ پر کرنی چاہیے ؟ خود شاعر کی شخصیت سب سے پہلی چیز ہے - یہ اس لیے کہ شاعر اپنے شعر میں اپنی شخصیت ضرور رکھتا ہے - اگر شاعر ' کامل ہے تو اُسکا دیوان اُسکی نفسیت اور جذبات کا آئینہ اور اُسکی پوری شخصیت کا مظہر ہوتا ہے - اُس کی مختلف نظموں میں ایک ہی روح ' ایک ہی نفسیت ' ایک ہی قوت کار فرما نظر آئیگی - بلا شبہ تمام اشعار یکساں نہ ہونگے - لطافت و رونق اور رقت و جودت میں کمی بیشی ہوگی - لیکن شاعر کی شخصیت سب میں نمایاں ہوگی ' اور وحدت شعری اِس درجہ واضح ہوگی کہ ذوق سلیم فوراً فیصلہ کر دیگا کہ یہ شعر فلاں کا ہے یا یہ شعر فلاں شاعر کے اسلوب پر ہے - ہمارے خیال میں یہ طریق تحقیق نا قابل شک اور فنون ادب میں یکساں طور پر قابل عمل ہے - خصوصاً شعر غنائی (گانے کے اشعار) میں اُسکی اہمیت غیر معمولی ہے - کیونکہ شعر کی یہ صنف ' نفس کا شفاف آئینہ اور جذبات کا سچا مظہر ہوتا ہے -

اِس اصول کی بنا پر کیا ہم مجنوں کے اشعار میں اُس کی کوئی نمایاں شخصیت دیکھہ سکتے ہیں ؟ میرا دعوی ہے کہ نہیں - اِس دعوے کے ثبوت میں بحث دراز کرنی نہیں چاہتا - میری تحقیقات کا خلاصہ مختصر لفظوں میں یہ ہے کہ مجنوں کی طرف جتنے اشعار منسوب کیے گئے ہیں ' وہ:

(۱) یا تو مشہور شعراء کے ہیں اور راویوں نے غلطی سے مجنوں کی طرف منسوب کر دیے ہیں -

(۲) یا مجہول شعراء کے ہیں اور لیلی کا ذکر دیکھکر لوگوں نے مجنوں کے سمجھہ لیے ہیں -

(۳) یا خود راویوں نے جان بوجھہ کر بنائے ہیں -

(۴) یا مغنیوں نے اپنی گرم بازاری کے لیے گڑھے ہیں اور مجنوں کے سر تھوپ دیے ہیں -

میں نے بڑی کوشش کی ' مگر ان اشعار میں کسی مشترک شخصیت کی روح نہ دیکھہ سکا -

مجنوں کے بارے میں اپنی رائے ایک اور طریقہ سے بھی ہم ثابت کر سکتے ہیں - وہ یہ کہ راوی اُس تعلق کی نوعیت بیان کرنے میں بھی بہت مختلف ہیں جو قیس بن ملوح (مجنوں) اور لیلی کے درمیان تھا -

بعض کہتے ہیں لیلی مجنوں میں بچپنے ہی سے تعارف ہوگیا تھا - دونوں بکریاں چرایا کرتے تھے - آہستہ آہستہ دل کو تعلق ہوا - یہاں تک کہ بچپنے کے اُنس نے جوانی میں عشق کی صورت اختیار کرلی - جوان ہونے پر لیلی قیس سے چھپا دی گئی تھی - اِس صدمہ نے اُسے مجنوں بنا دیا -

بعض یہ قصہ تسلیم نہیں کرتے - اُن کا دعوی ہے کہ دونوں میں بچپن سے تعارف نہیں ہوا - بلکہ اتفاق سے ایک سفر میں ملاقات ہوگئی - ایک سفر میں قیس نے چند نازنینیں دیکھیں - سلام کیا - اُنھوں نے جواب دیا اور بات چیت کے لیے بٹھا لیا - قیس سواری سے اُترا - امرء القیس کی طرح اپنی اونٹنی ذبح کرڈالی اور گوشت بھون بھون کر اُنھیں کھلانے لگا - یہاں تک کہ شام ہوگئی - شام کو ایک اور نوجوان وارد ہوا - سب لڑکیاں قیس کو چھوڑ کر اُس کی ہو رہیں - اِس پر قیس خفا ہوکر چلا گیا اور جوش میں اشعار کہے - دوسرے دن صبح پھر اُدھر گیا تو لڑکیاں موجود نہ تھیں - صرف لیلی موجود تھی - اُس نے قیس کو بلایا - قیس نے کل کی طرح پھر اپنی اونٹنی ذبح کی اور محبت کا اظہار کیا - ابتدا میں لیلی نے بے رخی دکھالی - قیس بہت غمگین ہوا - لیکن پھر لیلی کو ترس آگیا - اپنی محبت کا بھی اعتراف کرلیا -

بعض اِسے بھی تسلیم نہیں کرتے - وہ کہتے ہیں - قیس عورتوں کے صحبت کا دلدادہ تھا - لیلی ایک سرو قامت ' خوش اندام ' خوش رفتار ' نازک بدن دوشیزہ تھی - قبیلہ کے نوجوان اُس کے ہاں بیٹھتے اُٹھتے تھے - قیس نے سنا تو وہ بھی آنے جانے لگا - آخر کار دام محبت میں گرفتار ہوگیا !

اِسی قسم کی اور روایتیں بھی ہیں - اِنسے صاف معلوم ہوتا ہے کہ لیلی کی شخصیت بھی قیس سے کچھہ کم ما بہ النزاع نہیں ہے - ایک روایت میں اُسے بکریاں چرانے والی لڑکی بنایا ہے - دوسری میں بدوی دوشیزہ ' جو نوجوانوں کو روکتی اور اُن سے گفتگو کرنا پسند کرتی ہے - تیسری میں اُس وضع کی ایک مہذب اور نستعلیق خاتون ' جیسی بڑے بڑے اسلامی شہروں میں ہوا کرتی تھیں - کیا صرف یہی ایک اختلاف ' لیلی کی شخصیت مشتبہ کر دینے کے لیے کافی نہیں ہے ' جیسا کہ پہلا اختلاف مجنوں کی شخصیت پوری طرح مشکوک کر دیتا ہے ؟

مجنوں کے قصہ میں اور بھی اندرونی شہادتیں ایسی موجود ہیں جو میری رائے کی تائید کرتی ہیں - مثلاً یہ روایت کہ لیلی

کے باپ نے قیس کو اپنی لڑکی دینے سے انکار کردیا - سبب یہ بتایا کہ قیس اُس کی لڑکی پر عاشق ہے اور عشق طشت از بام ہوچکا ہے - بعینہ یہی واقعہ ہم دوسرے عشقیہ قصوں میں بھی پاتے ہیں - یہ گویا اُس عہد کے عشقیہ قصوں کا ایک مقبول عام انداز بیان تھا - راویوں کا بیان یہ ہے کہ عربوں میں یہ رسم تھی کہ وہ عاشق سے لڑکی کا بیاہ نہیں کرتے تھے - میں نہیں جانتا یہ بیان صحیح ہے یا غلط ؟ عرب جاهلیة کا دستور تو اِس کے برعکس تھا - گمان غالب یہ ہے کہ راویوں نے یہ دستور محض اپنے دل سے ایجاد کیا ہے تا کہ عشقیہ قصوں میں عشاق کی محرومیوں کی ایک معقول وجہ ہاتھہ آجاے -

یہ واقعہ بھی کچھہ کم مضحکہ انگیز نہیں کہ خلیفۂ وقت نے اعلان کر دیا تھا کہ اگر قیس' پردہ میں بیٹھنے کے بعد بھی لیلیٰ سے تعرض کرے تو قتل کر ڈالا جائے - پہلے واقعہ کی طرح یہ واقعہ بھی اکثر عشقیہ قصوں میں دھرایا گیا ہے - ہم بجا طور پر سوال کر سکتے ہیں کہ کیا خلفاء کیلیے بجز اِسکے کوئی کام باقی نہیں رہا تھا کہ بدوی عاشقوں کے معاملات محبت میں حاکمانہ مداخلت کرتے رہیں ؟ کبھی اُنکے قتل کا حکم دیں - کبھی اُنھیں معاف کردیں ؟ آخر وہ کون سی شرعی بنیاد تھی جس کی بنا پر وہ اِس قسم کے احکام صادر کرتے تھے ؟ کیا شریعت میں بے اختیارانہ عشق اتنا بڑا جرم ہے کہ اُس کی تعزیر قتل ہے ؟

اِسی طرح یہ واقعہ بھی ایک پر لطف ایجاد ہے کہ قیس جنون عشق میں وحشی ہوگیا تھا - اِیسا وحشی کہ اُس کا جنگل کے سوا کہیں جی نہیں لگتا تھا - ہرنوں سے موانست ہوگئی تھی - اور شب و روز کا ساتھہ تھا - داستان گو کی مبالغہ پسندی کے لیے اِتنا کافی نہ تھا - وہ ایک قدم اور آگے بڑھتا ہے ' اور ہمیں بتلاتا ہے کہ ایک دن وہ (راوی) قیس کی جستجو میں اُس درخت تک پہنچ گیا جسکے نیچے قیس ہرنوں کے ساتھہ بسیرا لیتا تھا - اور اِس طرح پہنچا کہ نہ تو قیس کو اُسکی خبر ہوئی ' نہ اُسکے رفیق و مونس ہرنوں کو - پہلے یہ سراغ رساں راوی چپکے سے درخت پر چڑھ جاتا ہے ' پھر اُترتا ہے اور قیس سے سوال و جواب شروع کر دیتا ہے - ہرن آواز سنتے ہی بھاگ گئے - قریب تھا کہ قیس بھی چل دے - مگر راوی نے فوراً لیلیٰ کا نام لے لیا - علی بابا کے " سم سم " کی طرح " لیلی " کے لفظ نے فوراً اپنا طلسمی اثر دکھایا اور قیس کی وحشت دور ہوگئی - اب وہ آدمیت سے باتیں کرنے لگا - لیکن پھر اچانک ایک نازک بدن ہرنی نظر آگئی اور اُس کا جوش جنوں از سرنو تازہ ہوگیا !

یہ سب راویوں کا تخیل و تصنع ہے - ہم اِسے ہرگز واقعہ نہیں سمجھہ سکتے - یہ مبالغہ کی ایک خاص قسم ہے - داستان گو جب معقول گفتگو کرنے سے عاجز ہو جاتے ہیں تو بے سر وپا باتیں شروع کر دیتے ہیں - اکثر قدیم عشقیہ قصوں میں یہی چیز نظر آتی ہے - دنیا کی سب سے پرانی قصصی نظم الیڈ کا بھی یہی حال ہے - یونانی شعر و ادب کے مغربی نقادوں نے اِسی اساوب پر الیڈ کی بھی تنقید کی ہے - اُسکے غیر معقول رکیک ' اور مبالغہ آمیز اشعار ' کم زور شعراء کا الحاقی کلام قرار دیا ہے - اور معقول و دلچسپ اشعار کو ماہر شاعروں کا تخیل بتایا ہے - (یعنے اُن مغربی نقادوں نے جنھوں نے ہومر کے حقیقی وجود سے انکار کیا ہے)

میرے خیال میں اِس تفصیل کے بعد اگر مجنوں کے ساتھہ بہت رعایت کی جائے اور اُسے محض خیالی شخص نہ قرار دیا جائے ' جب بھی اُسکے مشکوک و مشتبہ ہونے میں تو کلام نہیں ہو سکتا - بلا شبہ بحث کا خاتمہ شک و انکار پر ناپسندیدہ ہے - لیکن ہمیں علم و حقیقت کی خاطر کبھی کبھی اس پر مجبور ہوجانا پڑتا ہے -

ہمارے سامنے متعدد عشقیہ عربی قصے موجود ہیں - یہ قصے کئی باتوں میں باہم مشترک ہیں اور کئی باتوں میں مختلف ہیں - مثلاً یہ چیز سب میں یکساں طور پر موجود ہے کہ ان تمام قصوں کے ابطال عشق (ہیروز) بدوی ہیں - سب کی محبت یکساں طور پر انتہائی قسم کی ہے - محبت نے سب کو یکساں طور پر بڑی بڑی تکلیفیں دیں - سب کی محبت پاک تھی - سب نے تقریباً ایک ہی طرح اپنے جذبات کا اپنے اشعار میں اظہار کیا ہے - سب کے اشعار رقیق اور تقریباً ایک ہی درجہ کے ہیں - سب کے واقعات ' مصائب ' طرز عمل ' اور خلفاء و حکام کی مداخلت کی نوعیت بھی یکساں ہے - اختلاف صرف اُن کے ناموں میں ہے ' اُن کے قبائل میں ہے ' یا اُس ماحول میں جس میں انھوں نے پرورش پائی تھی -

قیس بن ملوح (مجنوں) کے انکار اور قیس بن ذریح (عاشق لبنیٰ) میں شک کرنے کے بعد ہمیں اُن کی جگہ دوسرے اشخاص یا دوسری چیزیں قائم کرنی چاھئیں ' ورنہ بحث بے نتیجہ ہوگی - نفی و سلب کے بعد اثبات و ایجاب ناگزیر ہے - میری رائے میں قیس بن ملوح ' قیس بن ذریح ' جمیل بن معمر ' اور عروہ بن حزام کی جگہ صحیح لفظوں میں صرف ایک چیز ثابت و موجود ہے - یعنی عہد مولدین کے قصص عشقیہ کا فن اور مذھب (اسکول) میرا یقین ہے کہ یہ فن ' عہد اموی میں ظاہر ہوچکا تھا ' یا کم سے کم اُس کی نمایاں بنیادیں پڑچکی تھیں - آهستہ آهستہ اِس میں ترتیب و ترقی ہوئی ' یہاں تک کہ ایک مستقل فن بن کر موجودہ زمانہ کی عشقیہ قصہ نویسی کے قریب قریب پہنچ گیا -

اس حقیقت کے انکشاف کے بعد مجھے اس کی کوئی پروا نہیں کہ قیس بن ملوح کی شخصیت تاریخی ہے یا غیر تاریخی ؟ میرے سامنے چند عشقیہ قصے موجود ہیں : قصۂ قیس بن ملوح ' قصۂ قیس بن ذریح ' قصۂ جمیل بن معمر ... وغیرہ - اب میری بحث کا موضوع یہ قصے ہیں جنھیں متمدن تخیل نے پیدا کیا ہے ' نہ کہ خود عشاق - مجھے وہ اشخاص تلاش کرنے چاہئیں جنھوں نے یہ قصے بنائے - نہ کہ وہ عشاق جن کے حالات یہ قصے بیان کرتے ہیں - مجھے قصہ نویسوں کی اختراعی قابلیت اور نظم و نثر میں اُن کی مہارت فنی سے بحث کرنی ہے - مجھے اُس ادبی فن پر غور کرنا چاہیے جو ادب و علوم کی دوسری شاخوں کی طرح ' اسلام سے پہلے عرب میں نا پید تھا ' اور اسلامی تمدن کے گہوارہ میں پیدا ہوگیا -

بلا شبہ میں جانتا ہوں ' اِس بحث کی راہ میں سخت موانع در پیش ہیں - یہی ایک مانع کیا کم ہے کہ ان قصوں کے مصنفوں کے نام معلوم نہیں - تاہم ہمیں چاہیے کہ ادب عربی کی خصوصیات و کمالات کی تحقیق و کشف کے لیے اس دشوار گزار وادی میں قدم اٹھائیں ' اور اِن قصوں کا ادبی تجزیۂ و تعلیل کرکے اُن کا عیب و ہنر الگ الگ دکھادیں - ہمیں چاہیے کہ عہد اموی کے اُن ادبی ' اخلاقی ' سیاسی ' اجتماعی ' اسباب کا سراغ لگائیں جنھوں نے ان قصوں کے لیے پہلے پہل زمین طیار کی ' اور پھر ان اسباب کی بھی جستجو کریں جنسے عہد عباسی میں یہ تمام عمارتیں منہدم ہوگئیں -

قسطنطنیہ میں : سنہ ۱۸۷۰

پیرس میں : سنہ ۱۸۸۳

مشرق کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتیں

قائدین فکر

سید جمال الدین اسد آبادی

” تقریباً دو ماہ گزرے ہیں کہ ایک شخص سید جمال الدین نامی سے میری ملاقات ہوئی - اس شخص کی شخصیت کا میرے دماغ پر جو اثر پڑا ، وہ ایسا ہے جو بہت کم شخصیتیں مجھ پر ڈال سکی ہیں - یہ اثر بہت قوی اور گہرا تھا ، اور اسی کا نتیجہ ہے کہ مجھے خیال ہوا ، سوربون یونیورسٹی کے خطبات کا موضوع یہ قرار دوں کہ ” اسلام اور اُس کا علم سے علاقہ “ سید جمال الدین کی ذہنیت ایک ایسی ذہنیت ہے جو رسمی اسلام کے مؤثرات کی پوری طرح مقاومت کرسکتی ہے - میں جب اِس شخص سے باتیں کر رہا تھا ، تو اُس کے افکار کی آزادی ، طبیعت کی فضیلت ، اور اظہار حقیقت کی جرأت دیکھکر مجھے خیال ہوا ، میں اِس وقت اُن مشاہیر عالم میں سے کسی ایک کو مخاطب کر رہا ہوں جو دنیا کے گزشتہ علمی زمانوں میں گزر چکے ہیں اور جن سے تاریخ کے ذریعہ ہم نے واقفیت حاصل کی ہے - میں گویا ابن سینا ، ابن رشد ، یا اُن حکماء عظام میں سے کسی حکیم کو اپنے سامنے دیکھہ رہا تھا جنھوں نے فکر انسانی کو جہل و اوہام کے قیود سے نجات دلانے کیلیے تاریخ عالم کی پانچ صدیوں تک اپنی شجاعانہ جد و جہد جاری رکھی تھی “ ! (فیلسوف رینان)

(سید جمال الدین)

کلکتہ میں : سنہ ۱۸۷۹

انیسویں صدی کی تاریخ مشرق نے اصلاح و تجدد کی جس قدر شخصیتیں پیدا کی ہیں ، اُن میں کوئی شخصیت بھی وقت کی عام پیداوار سے اِس قدر مختلف اور اپنی طبعی ذہانت اور غیر اکتسابی قوتوں میں غیر معمولی نہیں ہے ، جس قدر سید جمال الدین کی شخصیت ہے - بغیر کسی تامل کے کہا جا سکتا ہے کہ مشرق جدید کے رجال تاریخ اور قائدین فکر کی صف میں اُس کی شخصیت کسی اعتبار سے اپنا سہیم و شریک نہیں رکھتی !

وہ ایک گمنام اور مجہول ماحول میں پیدا ہوا - ایسے مجہول ماحول میں کہ آج تک یہ بات بھی قطعی طور پر معلوم نہ ہوسکی کہ وہ فی الحقیقت باشندہ کہاں کا تھا ؟ اسعدآباد کا جو ہرات کے قریب اور افغانستان میں واقع ہے ، یا اسدآباد کا جو ہمدان کے قریب اور ایران میں واقع ہے ؟

۳۰ - برس کی عمر میں مصر کا پہلا سفر : سنہ ۱۸۶۹

اُس کے وطن کی طرح اُس کی ابتدائی زندگی کے حالات پر بھی ظن و تخمین کے پردے پڑے ہوئے ہیں - تاہم یہ قطعی ہے کہ تعلیم و تربیت کا اسے کوئی موقع ایسا نہیں ملا تھا جو کسی اعتبار سے بھی ممتاز اور قابل ذکر ہو - انیسویں صدی کے کامل تنزل یافتہ افغانستان اور پنجاب کے علماء اپنے گھروں اور مسجدوں میں علوم رسمیہ کی جیسی کچھ تعلیم دیا کرتے تھے ، زیادہ سے زیادہ تعلیم جو اُس نے حاصل کی تھی ، وہ وہی تھی - جن اُستادوں سے اُس نے تعلیم حاصل کی ، وہ بھی یقیناً معمولی درجہ کے تھے - اُن میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جس کی علمی شخصیت قابل ذکر ہو -

دنیا کے نئے تمدنی انقلاب اور نئے علوم سے آشنا ہونے کا بھی اُسے کوئی خاص موقع حاصل نہیں ہوا تھا - اُس کا ابتدائی زمانہ زیادہ تر افغانستان میں بسر ہوا ، یا ایک روایت کے مطابق ایران میں ، اور یہ دونوں مقامات اُس وقت مغربی تمدن و علوم کی تعلیم و تعلم کا کوئی سامان نہیں رکھتے تھے -

بصرہ میں بہ لباس عربی سنہ ۱۸۸۹

صحبت اور معاشرت بھي اکتسابي تعليم وتربيت کا سب سے بڑا ذريعه هے' بلکه بسا اوقات درس و تدريس کي باقاعده تعليم سے بھي کہيں زياده موثر هوتي هے - ليکن جہاں تک اُسکي زندگي کے حالات روشني ميں آئے هيں' کوئي قرينه اِس کا موجود نہيں که اُسے مشرق و ايشيا کي عام مقلدانه و رسمي سطح سے کوئي بلند درجه کي صحبت ملي هو -

سير و سياحت بھي ذهن کي نشوو ترقي کا بہت بڑا ذريعه هے' ليکن اُس نے اپني ابتدائي زندگي ميں هندوستان اور حجاز کے سوا اور کسي مقام کا سفر نہيں کيا تھا - ظاهر هے که اِن دونوں مقامات ميں کوئي سرچشمه ايسا موجود نه تھا جس سے ايک مجتهدانه فکر و نظر کي پيدايش هو سکے - انيسويں صدي کے اوائل ميں اِن مقامات کا تعليمي تنزل منتہاے کمال تک پہنچ چکا تھا -

قسطنطنيه ميں بار دوم : سنه ١٨٩٢

سب سے زياده يه که اُس نے جتني بھي اور جيسي کچھه بھي تعليم حاصل کي تھي' وہ وهي تعليم تھی جو بجاے خود مسلمانوں کے ذهني تنزل کي پيداوار هے اور کئي صديوں سے اسلامي دنيا کے دماغي تنزل کا سب سے بڑا سبب بن گئي هے - اِس تعليم سے ذهن و فکر کي تمام قوتيں پژمرده هو جا سکتي هيں' ليکن آزادانه نشوو نما نہيں پا سکتيں -

بااين همه وه سنه ١٨٧٠ - ميں جب که اُس کي عمر به مشکل تيس برس کي هوگي' يکايک قاهره ميں نماياں هوتا هے' اور صرف چاليس دن کے قيام سے اس عظيم مشرقي دار الحکومت کے تمام علمي حلقوں کو اپني طرف متوجه کر ليتا هے - حتى که اُس کي "عجيب اور نئي قسم کي علمي قابليتوں" کي شہرت دارالخلافة قسطنطنيه تک پہنچتي هے' اور اس کي تمام اصلاحي اور انقلابي قوتيں نماياں هوجاتي هيں!

وہ ادب عربي کا ايک عجمي متعلم تھا جس نے بعيد ترين عجمي ممالک ميں عجمي اساتذه سے ناقص اور گمراه قسم کي ادبي تعليم حاصل کي تھي - ليکن وه عربي زبان کے سب سے بڑے مرکز' قاهره ميں سب سے پہلے صحيح وصالح فن عربية کا درس ديتا هے اور عربي کتابت و تحرير کا ايک نيا دور پيدا کر ديتا هے - آج مصر و شام کے تمام مشاهير اهل قلم اعتراف کرتے هيں که "کتابت عربيه ميں هم سب اسي عجمي کے عيال هيں" موجوده عهد ميں عربي کا سب سے بہتر کاتب' شيخ محمد عبده تھا' اور وه اسي کا شاگرد تھا!

ايران ميں بار دوم : سنة ١٨٩٠

اُس نے علوم حکميه کي جسقدر بھي تعليم حاصل کي تھي' وه وهي موجوده مدارس عربيه کے متون و شروح کي عقيم و کج انديش تعليم تھي' ليکن وه ذهين و مستعد طلبا کي ايک جماعت منتخب کرکے علوم حکميه کا درس و املاء شروع کرديتا هے' اور قديم معقولات کی وه تمام گمرهياں ايک ايک کرکے واضح کرتا هے جنکے اعتقاد و جمود نے صديوں سے مشرقي دنيا کا ذهني ارتقا معطل کرديا هے!

مذهب اور علم' دونوں ميں اُسکي مصلحانه ذهنيت نماياں هوتي هے' اور کسي گوشه ميں بھي اُسکے قدم وقت کي مقلدانه سطح سے مس نہيں هوتے - سياست ميں وه سر تاپا انقلاب کي دعوت هوتا هے' اور جہاں کہيں جاتا هے' چند دنوں کے اندر مستعد اور صالح طبيعتيں چن کر انقلاب و تجدد کي روح پھونک ديتا هے - اُس نے به يک وقت مصر' ايران' اور عراق؛ تينوں مقامات ميں اصلاح و انقلاب کي تخم ريزي کر دي!

وه اپنے اولين قيام مصر سے تقريباً باره برس بعد پہلي مرتبه يورپ کا سفر کرتا هے' اور پيرس ميں وقت کے سب سے بڑے فلسفي اور علم و دين کي نام نہاد نزاع ميں سب سے بڑے حريف دين و مذهب' پروفيسر ريناں سے ملتا هے - وه پہلي هي ملاقات ميں اِس "عجيب الاطوار مشرقي فيلسوف" سے اس درجه متاثر هوتا هے که اخبار طان ميں سيد موصوف کے ايک مقاله کا رد کرتے هوے لکھتا هے:

"ميں نے اسکے شخصيت ميں ابن سينا اور ابن رشد کي روح ديکھي" جيسا که اوپر گزر چکا هے - ياد رهے که انسان کي قابليت کيسي هي کيوں نه هو' ليکن مخاطب کے تاثر کے ليے وه بہت کچھه قوت بيانيه اور فصاحت تکلم کا محتاج هوتا هے - جس وقت سيد جمال الدين ريناں سے پيرس ميں اور لارڈ سالسبري سے لندن ميں ملا هے' اُس وقت اسکي فرانسيسي زبان کي تعليم کي تاريخ صرف اتني تھي که اثناء قيام مصر ميں ايک شخص سے لاطيني الف بے قلمي لکھوا لي تھي' اور پھر کچھه عرصه کے بعد ايک کتاب خريد لي تھي جو عربي ميں فرانسيسي کي ابتدائي تعليم کيليے لکھي گئي تھي - کوئي ثبوت موجود نہيں که اُس نے کسي انسان سے با قاعده فرانسيسي زبان کي

تعليم حاصل كي هو ' ليكن يه واقعه هے كه وه فرانسيسي زبان ميں بهتر سے بهتر تحرير و تقرير كر سكتا تها - تركي ' روسي ' اور انگريزي بهي اسي طرح اُس نے سيكهه لي تهي -

مشهور هے كه جب پيرس ميں روسي سفير نے اُس سے ملنا چاها ' تو اُس نے ملاقات كي تاريخ ايسي مقرر كرائي جو دو هفته بعد آنے والي تهي - اُس كے بعد وه ايک كتب فروش كے يهاں گيا اور اُس سے كها " مجهے فرانسيسي ميں روسي زبان سكهانے والي كتاب چاهيے - ميں خريد لونگا - بشرطيكه تم اس كا بهي انتظام كردو كه آج سے ايک هفته بعد كوئي روسي زبان بولنے والا آدمي مجهه سے ملاقات كرسكے " كتب فروش نے كتاب بهي دي ' اور ايک ايسے شخص كا انتظام بهي كرديا جو اُسي كے يهاں ملازم تها - جمال الدين نے ايک هفته تک بطور خود كتاب ديكهي ' پهر آٹهويں دن سے چودهويں دن تک روز ايک گهنٹه روسي سے باتيں كرتا رها - اور پندرهويں دن وه طيار هوگيا تها كه روسي سفير سے بغير كسي مترجم كي وساطت كے ملاقات كرے !

(سيد كے سوانح حيات)

اگر سيد جمال الدين كي زندگي ميں لوگ اُس كے حالات سے واقف نه هوسكے تو يه چنداں عجيب بات نهيں هے - دنيانے هميشه اپنے اكابر و اعاظم سے اُن كي زندگي ميں غفلت برتي هے ' اور جب تک وه دنيا سے رخصت نهيں هوگئے هيں ' اُن كے حقوق كا اعتراف نهيں كيا هے - خصوصاً مصلحين و مجددين اُمم كے ليے تو زندگي ميں تغافل اور موت كے بعد تعظيم و احترام ' اس دنيا كا ايک عام اور غير متغير قانون هے - ليكن يه صورت حال كس درجه عجيب اور تاسف انگيز هے كه اُس كي وفات پر پورے تيس برس گزر چكے هيں ' اور وه تمام مشرقي ممالک بيدار هو چكے هيں جهاں اُس نے اصلاح و انقلاب كي ابتدائي تخم ريزي كي تهي ' تاهم اُس كي زندگي بدستور تاريخ كي روشني سے محروم هے ' اور اُس سے زياده مشرق كچهه نهيں جانتا ' جتنا يورپ كے بعض محب شرق اهل قلم نے بتلا ديا هے !

افسوس اس جهل و غفلت پر! هم صرف اپنے قدماء كي شناخت هي كے ليے يورپ كے محتاج نهيں هيں - بلكه اپنے عهد كے اهل فضل و كمال كيليے بهي اس كے محتاج هيں - جب تک وه انگلي سے اشاره كر كے نه بتلادے ' هم خود اپني قوم اور عهد كے بڑے بڑے انسانوں كو بهي نهيں پهچان سكتے !

هندوستان ميں تو الهــلال كي اشاعت سے پهلے ' غالباً لوگ سيد جمال الدين كے نام سے بهي آشنا نه تهے - سنه ۱۸۷۹ع ميں جب وه حيدرآباد اور كلكته ميں مقيم تها ' تو هندوستاني مسلمانوں ميں سے صرف ايک شخص يعني مرحوم عبدالغفور شهباز تها ' جسے اسكے فضل و كمال كي تهوڑي سي شناخت نصيب هوئي تهي ' اور اُس كے چند فارسي مقالات كا اُردو ترجمه شائع كيا تها !

حال ميں برلن سے ايک رساله سيد جمال الدين كے اعمال حيات پر شائع هوا هے - اُسكے مطالعه سے خيالات ميں بے اختيار جنبش پيدا هوگئي - خيال هوا كه پورے شرح و تفصيل كے ساتهه مشرق جديد كے اس قائد فكر كے سوانح حيات پر نظر ڈالني چاهيے - متفرق لفظوں اور متعدد تصويروں كا يه مرقع جو آج شائع هو رها هے ' اسي سلسلۂ مضامين كي تمهيدي قسط هے -

سات عجائب عالم

(۳)

اسكندريه كا مناره

(THE PHAROS OF ALEXANDRIA)

سكندر اعظم نے مصر فتح كرنے كے بعد هي شهر اسكندريه آباد كيا تها - پچاس سال كے اندر اِس شهر نے پوري ترقي حاصل كرلي ' اور بحر متوسط كي سب سے بڑي بندرگاه بن گيا - سكندر كے بعد اُسكے جانشين مصر ميں علم دوست تهے - اُنهوں نے اسكندريه كو اور رونق دي اور علم و حكمت كا مركز بناديا - سنه ۲۸۵ ق م ميں بطليموس اول حاكم هوا - اُسنے شهر كي روز افزوں تجارتي ترقي ديكهكر خيال كيا كه رات كے وقت جهاز راني كي سهولت كيليے ايک مناره تعمير كردينا چاهيے - چنانچه اسكندريه كے قريب جزيرۂ فيروس ميں يه مناره طيار كيا گيا اور فيروس كے نام سے مشهور هوگيا -

مورخين ميں اختلاف هے كه اصل ميں يه نام جزيره كا تها يا مناره كا ؟ بهر حال يه واقعه هے كه اِسكے بعد جهاز راني كيليے روشني كے جتنے بهي مناره تعمير هوئے ' اُنميں سے اكثر " فيروس " هي كے نام سے پكارے گئے - بلكه لاتيني ' اِطالي ' اسپيني ' اور قديم انگريزي زبان ميں تو اِس لفظ كے معني هي مناره روشني كے هوگئے - فرانسيسي ميں ابتک اس معني ميں " فار " كا لفظ مستعمل هے -

خيال كيا جاتا هے كه مصري ' روشني كے مناروں سے واقف تهے ' اور بهت سے مناره بنا چكے تهے - مگر بطليموس كا يه مناره اپني بلندي اور ساخت كي وجه سے بهت ممتاز اور مشهور هوگيا -

مشهور روماني مورخ پليني نے (جو سنه ۷۹ ع ميں اتش فشاں پهاڑ فيزوف كے پهٹنے سے هلاک هوا) اسكندريه كا شهر اور يه مناره ديكها تها - وه لكهتا هے :

" اسكندريه كي ايک شهرۂ آفاق عمارت ' وه برج هے جسے شاه مصر نے جزيرۂ فير ميں تعمير كيا هے - يه جزيره ' اسكندريه كے راسته ميں واقع هے - برج كي تعمير ميں ۸۰۰ وزن خرچ هوئے تهے - بطليموس كي عظمت اور فراخ دلي كي يه شهادت كافي هے كه اُسنے برج كے معمار سوسٹراٹس كو اجازت ديدي تهي كه اِس حيرت انگيز عمارت ميں اپنا نام كنده كركے بقاء دوام حاصل كر لے !

اِس منارہ کي تعمیر سے غرض یہ تھي کہ جہازوں کو کھاڑیوں اور چٹانوں سے هوشیار کیا جائے اور بندرگاہ کا سیدھا راستہ دکھا دیا جائے - اِس وقت مختلف مقامات میں کئي اور منارہ بھي موجود هیں - مثلاً " منارۂ ارستّیا " لیکن اِن مناروں سے بعض خطرے بھي پیدا هوگیے هیں - کیونکہ اُنکي روشني دور سے ستارہ کي طرح معلوم هوتي هے اور جہازوں کو راستہ بھلا دیتي هے "

مورخ نے منارہ کا خرچ ۸۰۰ وزن بتایا هے - اِسکے معني یہ هوئے کہ تقریباً ۱۵ - لاکھہ روپے صرف هوئے تھے - منارہ کي عظمت کے مقابلہ میں یہ رقم بہت کم معلوم هوتي هے -

منارہ کا بنانے والا سوستّراتّس سکندر اعظم کے مشہور معمار ڈیمکراتّیس کا بیتّا تھا - اِسنے اپنا نام منارہ پر اِن لفظوں میں کندہ کیا تھا :

" کنیڈرس کے باشندے سوستّراتّس ولد ڈیمکراتّیس کي طرف سے نجات دینے والے دیوتاؤں کو هدیہ ' تاکہ وہ سمندر میں سفر کرنے والوں کو نجات بخشیں "

جن سیاحوں اور جغرافیہ نویسوں نے تیرھویں صدي عیسوي میں یہ منارہ دیکھا تھا ' اُنکا بیان هے کہ یہ ۶۰۰ فت یعني سو قد آدم بلند تھا - عمارت کي وضع بابلي تھي - کئي منزلیں اوپر نیچے تھیں - هر منزل اپنے نیچے کي منزل سے چھوتّي اور اوپر کي منزل سے بڑي تھي - زیریں دو منزلیں مربع تھیں اور اوپر کي دو مستدیر تھیں - هر منزل میں ایک بڑا روشن دان تھا - بنیادیں سنگلاخ تھیں اور چونے کي جگہ سیسہ کي جڑائي کي گئي تھي تا کہ سمندر کي موجیں نقصان نہ پہنچا سکیں - پوري عمارت سنگ مرمر کي تھي - چوتّي پر ایک بہت بڑا تنور تھا - اس میں شب و روز آگ جلا کرتي تھي - رات کو اُس سے روشني حاصل هوتی اور دن کو دھواں نکلتا رهتا -

کہا جاتا هے کہ منارہ کے اندر تین سو کمرے تھے اور انمیں فوجي پہرا رهتا تھا -

بعض قدیم راویوں نے بیان کیا هے کہ مینار کي زمین پر شیشہ جڑا تھا اور چوتّي پر ایک عظیم الشان آئینہ لگا تھا جسے حرکت دے سکتے تھے اور اُسکے ذریعہ آفتاب کي شعاعیں جمع کرکے سو میل کی مسافت پر جہاز جلا دیے جاتے تھے - لیکن یہ محض بے بنیاد باتیں هیں - البتہ یہ ممکن هے کہ معمار نے کوئي معدني آئینہ اِس غرض سے لگا دیا هو کہ روشني میں اضافہ هو جائے -

فتح مصر کے بعد عربوں نے ایک مدت تک اِس منارہ کي حفاظت کي اور اُس سے کام لیتے رهے - لیکن ولید بن عبد الملک کے زمانہ میں شہنشاہ قسطنطنیہ نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کیلیے ایک مکار آدمي دمشق بھیجا اور اُس نے یہ کہکر خلیفہ کو دھوکا دیا کہ اِس منارہ کے نیچے بہت بڑا خزانہ مدفون هے - خلیفہ نے لالچ میں آکر کھودنے کا حکم دیدیا - لیکن ابھي صرف آدھي عمارت منہدم هوي تھي کہ ولید متنبہ هوگیا اور اُس نے خیال کیا ایسي قیمتي اور مفید عمارت کا ڈھانا سخت غلطي هے - اس نے انہدام کے روکنے کا حکم دیا اور از سر نو تعمیر کي کوشش کي - لیکن اب اگلي سي تعمیر دشوار تھي - کئي باکمال معماروں نے کوشش کي لیکن کامیاب نہ هوئے - یہانتک کہ اُسکي چوتّي کا آئینہ زمین پر گر گیا اور پاش پاش هوگیا - اِسکے بعد نصف عمارت باقي رهگئي تھي - دشمنوں نے اسے مسجد بنا لیا تھا - لیکن سنہ ۱۳۷۵ ع میں زلزلہ آیا اور پورا منارہ سمندر میں جا گرا - کہا جاتا هے کہ قلعہ قائد بک کے قریب ابتک سمندر کي تہہ میں منارہ کے پتھر چمکتے دکھائي دیتے هیں -

(٤)

مشتری کا مجسمہ

The Statue of Jupiter

" جوپیتّر " رومانیوں کا مشہور دیوتا هے - بعینہ یہي دیوتا ' یونان میں " زفس " (Zeus) کے نام سے پوجا جاتا تھا - بلا استثنا تمام قدیم مورخوں نے اِس بت کا ذکر کیا هے جسے ایتھنز میں " فیدیاس " نے بنایا تھا - سب اسے بالاتفاق دنیا کے سات عجائب میں شمار کرتے هیں - موجودہ دنیا اُس کے نام و نشان سے بالکل خالي هے - صرف چند سکے دستیاب هوئے هیں جن پر اُسکي شکل کا تھپا هے ' اور شہر ایتھنز میں اُسکي بنیادیں اور بیتّھک کا نچلا حصہ بر آمد هوا هے -

جرمن ماهرین آثار عتیقہ کي تحقیقات کا نتیجہ یہ هے کہ " زفس " کا بت خانہ مستطیل تھا - اُسکے دونوں کناروں پر چھہ چھہ ستون اور دونوں پہلوؤں پر ۱۳ - ستون تھے - اندر کا ایوان ۹۵ فت لانبا اور ۴۳ فت چوڑا تھا ' اور ستونوں کي دو قطاریں کھڑي کرکے تین حصوں میں بانت دیا گیا تھا - " زفس " کا بت درمیاني حصہ میں ایک کنارے پر نصب تھا - بت اصل میں چوبي تھا مگر اُس پر هاتھي دانت اور سونا جڑا هوا تھا - هاتھي دانت جسم کو ظاهر کرتا تھا اور سونا لباس کو -

قدیم مورخ بوسینیا کي تصریح کے مطابق ' بت ایک تخت پر بیتّھا تھا - اُسکے سر پر زیتون کي پتے والي شاخ کا تاج تھا - دھنے هاتھہ میں فتح کا نشان تھا جو هاتھي دانت اور سونے سے بني هوي عورت کي شکل میں تھا - بائیں هاتھہ میں عصا تھا ' جس پر مختلف قیمتي معدنیات کي پچے کاري تھي - عصا پر جھکا هوا ایک گدہ تھا - بت کا جوتا اور تمام لباس ' سونے کا تھا - تخت سونے ' آبنوس ' هاتھي دانت ' اور جواهرات سے بنایا گیا تھا اور اُس پر بکثرت دلفریب تصویریں منقش تھیں !

ایک روماني شہنشاہ هاردین کے ایک سکے میں اِس بت کي تصویر پائي گئي هے اور اُس سے مورخ موصوف کے قول کي پوري تصدیق هوتي هے - فرق صرف اس قدر هے کہ عصا پر بیان کردہ گدہ موجود نہیں هے -

بت کي تعمیر کے سلسلہ میں یہ بات مشہور هے کہ جب اُسکا سر بنانے کا وقت آیا تو لوگوں نے فیدیاس سے پوچھا " سر کي وضع کیسي رکھوگے ؟ " اُس نے فوراً جواب دیا " میں هومر کے اِس قول کي پیروي کرونگا : ابن قرونس گویا هوا - اپني سیاہ ابروؤں والا سر عجب سے هلایا - بالوں کے گچھے اُسکے لازوال سر پر هل رهے تھے ! "

بت کي تصویر ایک اور سکہ پر بھي ملي هے - اِسمیں سر کے بال لانبے هیں ' اور گردن پر پڑے هیں - داڑھي بھي گھني اور لمبي هے اور اُس پر دونوں طرف سے مونچھیں پھیلي هوئي هیں -

خیال کیا جاتا هے کہ ایتھنز میں اِس بت کي تعمیر سنہ ۴۵۰ ق م میں هوئي تھي -

(عرب مورخین)

هم آئیندہ نمبر میں بقیہ عجائب کا ذکر کرکے بتلائینگے کہ عرب مورخین کي تصریحات کیا هیں ؟

تاریخ و عبر

هندوستان اور حکیم ابو ریحان بیرونی

نو سو برس پہلے هندوستان کي دهني اور معاشرتی حالت

ایک عرب محقق و سیاح کے مشاهدات و تاثرات

مستشرقین یورپ کي کوششوں سے ابو الریحان محمد بن احمد البیروني کي شہرہ آفاق کتاب "کتاب الهند" یا "تحقیق ما للهند من مقولة مقبولة فی العقل او مرذولة" سنہ ۱۸۸۷ میں شائع هوچکي ہے - بیروني پانچویں صدي هجري کا مشهور حکیم اور محقق ہے - گیارهویں صدي مسیحي کے اوائل یعني اب سے نو سو برس پہلے اس نے هندوستان کي سیاحت کي تهي - یہ زمانه سلطان محمود غزنوي کي فتوحات کا تها - محمد بن القاسم کي فتح سنده کے بعد یه پہلا موقعه تها که مسلمان به حیثیت جماعت اندرون هند میں بڑھے - مسلمان ' یہاں کے باشندوں سے نا واقف تهے ' اور هندو ' مسلمانوں سے نا آشنا - بیروني ' هندوستان میں بطور سیاح کے داخل هوا - سنسکرت زبان حاصل کي - هندو علماء کي صحبت میں بیٹھا - هندو علوم کي تحصیل کي - اُنکے حالات سے واقف هوا - اور پهر غزني میں بیٹھکر اپني یه جلیل القدر کتاب مرتب کي - اس کتاب کے متعلق بالاتفاق تمام محققین حال کا فیصله ہے که اُس عهد کے هندوستان پر اس سے بهتر اور محققانه بیان کسي مصنف کا موجود نہیں - یه کتاب همارے سامنے نو صدي پہلے کا هندوستان پیش کرتي ہے - اِس میں زیادہ تر بحث هندو فلسفه ' الهیات ' نجوم ' ریاضي وغیرہ علوم سے کي ہے - لیکن ضمناً اُس وقت کي معاشرتي حالت پر بهي بہت کچهه روشني پڑتي ہے - ذیل میں هم اُسکے جسته جسته اقتباسات پیش کرتے هیں - اِن سے قارئین الهلال اندازہ کر سکینگے که قدیم هندوستان کي معاشرتي ذهنیت کا کیا حال تها ' اور اس طویل مدت میں کتنا کم تغیر اُس میں واقع هوا ہے ؟ غالباً کسي ملک کے ذهني اور معاشرتي جمود و تصلب کي اس سے بهتر مثال دنیا میں موجود نہیں -

(هندوستان کے سمجھنے میں دشواریاں)

بیروني نے اپني کتاب کے مقدمه میں وہ دشواریاں بیان کي هیں جو غیر قوموں کو هندوستان کے سمجھنے میں پیش آتي تهیں - وہ لکھتا ہے :

" هندوستاني هم سے اُن تمام باتوں میں مختلف هیں جو قوموں میں اشتراک یا تعارف کا ذریعه هوا کرتي هیں - مثلاً :

(۱) زبان ــــ اگرچه سب قوموں کي زبانیں الگ الگ اور مختلف هیں لیکن هندوستان کي زبان (سنسکرت) عربي کي طرح بہت هي وسیع و دقیق ہے - اجنبي کے لیے اُسکي تحصیل ' عربي سے بدرجها زیادہ دشوار ہے - اِس زبان میں ایک هي چیز کے بہت سے نام اور ایک هي لفظ کے بہت سے معني پیدا هوتے هیں - اُنکا احاطهٔ و ادراک اِس قدر مشکل ہے که اسماء و مسمیات کي تمیز بجز خاص ذهانت و قابلیت رکھنے والوں کے ' عام لوگوں کے لیے تقریباً نا ممکن ہے - هندو اپني زبان کي اِس پیچیدگي پر اُسي طرح ناز کرتے هیں جس طرح بعض دوسري قومیں کرتي هیں ' حالانکه یه درحقیقت زبان کا عیب ہے - نه که خوبي -

هندوستان کي زبان کي دو قسمیں هیں : عامي اور فصیح ــــ عامي ' عوام اور بازاریوں کے استعمال کے لیے ہے - فصیح ' علم و ادب اور مجالس سلاطین و حکماء کے لیے - یه اپنے اشتقاق ' تصریف ' نحو کے دقائق ' اور بلاغت کي باریکیوں کي وجه سے اِس قدر مغلق ہے که ماهر علماء کے سوا اس سے کوئي فائدہ نہیں اٹھا سکتا -

پهر یه زبان ایسے حروف سے مرکب ہے جنمیں سے بعض حروف عربي اور فارسي حروف سے کوئي مشابهت نہیں رکھتے - بلکه یوں کہنا چاهئے که هماري زبانیں اور حلق اُنکے صحیح تلفظ کي قدرت هي نہیں رکھتے - یهي باعث ہے که عربي خط میں انکي تحریر نا ممکن ہے ' اگرچه نقطوں ' علامتوں ' اور اعراب سے انهیں کتنا هي مقید کردیا جائے -

پهر بعض حروف مستعمل هیں ' بعض متروک - ساتهه هي نقل و صحت کا بهي اُن کے هاں زیادہ اهتمام نہیں ہے - نتیجه یه ہے که کتاب ایک دو نقلوں کے بعد برباد هو جاتي ہے ' اور اُس کي زبان ایک نئي زبان بن جاتي ہے - عوام کیا خواص بهي اُسے سمجهه نہیں سکتے - خود میرا تجربه ہے که میں نے اُنهی کے منهه سے کوئي لفظ سنا ' پهر مزید تاکید و تصحیح کے خیال سے اُن کے سامنے دهرایا ' تو میں نے دیکها ' خود اُن کے لیے اُس کا دوبارہ سمجهنا دشوار هو گیا تها !

ایک اور خصوصیت یه ہے که بعض دوسري عجمي زبانوں کي طرح ان کي زبان میں بهي دو تین ساکن حرف ایک ساتهه جمع هو جاتے هیں ' اور اکثر الفاظ میں ابتدا به سکون ہے - هماري زبانیں اِس قسم کے الفاظ بولنے کي عادي نہیں - یهي سبب ہے که ان کے اکثر الفاظ هم آساني سے بول نہیں سکتے -ــ

(۲) دیني اختلاف ــــ باشندگان هند هم سے دین میں بهي کلي اختلاف رکھتے هیں - نه اُن کا کوئي عقیدہ همارے لیے قابل تسلیم ہے ' نه همارا کوئي عقیدہ اُن کے لیے قابل قبول - وہ آپس میں بهي مذهبي اختلافات رکھتے هیں ــ مگر یه اختلافات فرعي هیں - دوسري قوموں سے اُن کا اختلاف اصولي ہے - وہ سب قوموں کو " ملیچ " (ملیچهه) یعني ناپاک کے لقب سے پکارتے هیں اور اُن سے ملنا جلنا ناجائز سمجھتے هیں - حتیٰ که اُس پاني اور آگ کو بهي نا پاک سمجھتے هیں جو کسي غیر باشندهٔ هند کے استعمال میں آگئي هو !

پهر اُن کے خیال میں یه نجاست اِس درجه شدید ہے که پاني کي کوئي صورت بهي ممکن نہیں - یه کسي حال میں بهي جائز نہیں که غیر هندو ' اگرچه هندو مذهب کا کتنا هي قائل هوجائے ' اُن میں داخل هوسکے ' یا جو آدمي اُن کے دین سے ایک مرتبه نکل گیا ہے ' وہ پهر اُس میں لوٹ سکے - اِس صورت حال کا قدرتي نتیجه یه ہے که وہ تمام دنیا سے بالکل الگ هوگئے هیں - کوئي بندهن بهي همیں اور اُنهیں جوڑنے والا موجود نہیں -

(۳) رسوم و عادات ــــ یه مغایرت اِس درجه شدید ہے که وہ اپنے بچوں کو هم سے ' همارے لباس سے ' هماري وضع قطع سے ڈرایا کرتے هیں - حتیٰ که همیں شیطنت کي طرف منسوب کرتے هیں - هم سے نفرت اُن کے دلوں میں اِس قدر راسخ ہے که خود میں نے اپنے کانوں سے اُنهیں کہتے سنا " تمهاری سر زمین کے ایک بادشاہ نے آکر همارا ایک بادشاہ مار ڈالا تها - مقتول اپنے پیچهے ایک شیر

خوار بچه چھوڑ گیا - جب بچه جوان ہوا اور اپني ماں سے اپنے باپ کا حال سنا تو سخت غضب ناک ہوا اور تمھارے ملک پر ٹوٹ پڑا - اُس نے بے حساب مخلوق قتل کي - جب غصه ٹھنڈا ہوا تو اُس نے مغلوبوں کو اس وضع کے اختيار کرنے پر مجبور کرديا جو آج کل تمھاري وضع ہے ! " راوي کا اِس قصه سے مقصود يه تھا که ہماري وضع ذلت کي وضع ہے ' اور اُنھي کے ايک بادشاہ نے ہميں اُس کے اختيار کرنے پر مجبور کيا ہے ! ميں نے يه افسانه سن کر ان کے بادشاہ کا شکريهٔ ادا کيا که معاملهٔ اِتنے ہي پر ختم ہوگيا اور اُس " فاتح " نے ہميں ہندو بننے اور ہندو رسم و رواج اختيار کرنے پر مجبور نہيں کيا !

(۴) مسلمانوں کا حمله ـــ منافرت کي بڑي وجه ' ہندوستان پر مسلمانوں کا حمله ہے يمين الدوله سلطان محمود غزنوي کي جنگوں نے اُنھيں بہت ہي سخت نقصان پہنچايا - اُن کي آباديان برباد ہوگئيں - اُنھيں منتشر و پراگنده کرديا گيا - اُن کي صرف سلطنت ہي نہيں گئي ' بلکه مفتوحه علاقوں سے اُن کے علوم و فنون بھي مٹ گئے ' اور ايسے دور دراز خطوں ميں جلا وطن ہوگئے ' جہاں تک رسائي مشکل ہے - مثلاً کشمير اور بانارسي (بنارس) وغيره - (بنارس کو دور اس ليے کہا ہے که يه پنجاب اور وسط ہند سے دور ' مشرق کي طرف ہٹا ہوا ہے)

يہي ديني اور سياسي اسباب ہيں جن کي بنا پر ہندؤں ميں مسلمانوں اور تمام اجنبيوں سے سخت نفرت و عداوت پيدا ہوگئي ہے -

(۵) پھر اُنکے اخلاق ميں ايک اور بات بھي راسخ ہوگئي ہے اور کسي طرح نکل نہيں سکتي - يه اُن کے انتہائي علمي و ذہني تنزل کا نتيجه ہے - وہ يقين کرتے ہيں که دنيا صرف اُنھي کي دنيا ہے - انسان صرف اُنھي کي سرزمين پر موجود ہيں - بادشاہ صرف اُنھي کے بادشاہ ہيں - دين صرف اُنھي کا دين ہے - اور علم صرف اُنھي کا علم ہے - يہي وجه ہے که نہايت مغرور اور بر خود غلط ہوگئے ہيں - اگر اُنسے علماء عرب و عجم کا ذکر کيا جاتا ہے تو مخاطب کو جاہل خيال کرتے اور اُسکي تصديق پر ہرگز آماده نہيں ہوتے ہيں - حالانکه اگر وہ سير و سياحت کے عادي ہوتے اور اپنے پہاڑي حدود طے کرکے غير قوموں سے ملتے ' تو يه جاہلانه و طفلانه خيال اُنميں پيدا نه ہوتا -

ليکن ياد رہے که اُن کے پيش روؤں کا يه حال نه تھا - اُنکا مشہور فاضل " براہمہر " برہمنوں کي تعظيم کے بيان ميں کہتا ہے " جب يونانيوں نے باوجود ناپاک ہونے کے علوم و فنون ميں کمال حاصل کيا اور سب پر بازي لے گئے ' تو اُنکي بھي تعظيم واجب ہوگئي - اُن کا درجه بھي برہمن کا درجه ہوگيا " !

خود ميري حالت يه ہوئي که مدت تک اُنکے منجموں کے سامنے زانوے شاگردي ته کرتا رہا - کيونکه ميں اُنکي زبان اور اُنکے طريقوں سے بے خبر تھا - ليکن جب کچھه اُن کي زبان ميں دخل پيدا ہوگيا تو ميں اُنھيں اپنے يہاں کے علوم کي بنا پر اشياء کي علتوں اور حساب و رياضي کے براہين سمجھانے لگا - اسپر وہ سخت متعجب ہوئے اور استفاده ميں باہم پيش قدمي کرنے لگے - بڑي حيرت سے پوچھتے تھے : " ہندوستان کے کن کن علماء کو تم نے ديکھا ہے ؟ کن کن سے فائده اٹھايا ہے ؟ " کيونکه اُنکے خيال ميں علم ' ہندوستان کے سوا کہيں ہے ہي نہيں - جب ميں نے اُن سے کہا که ميں پہلي مرتبه اُن سے ملا ہوں اور جو کچھه کہه رہا ہوں ' يه دنيا کے دوسرے حصوں کے علوم ہيں ' تو وہ اور زياده متعجب ہوے ' اور بعضوں نے تو مجھے جادوگر سمجھنا شروع کر ديا "

قديم يوناني ادب کا ايک نمونه

(بليٹس کا گيت)

(فرانسيسي ترجمے سے اردو ميں منتقل کيا گيا)

(ميري سہيلي کي شادي)

راستے ميں ابتک گلاب کے پھول بکھرے پڑے ہيں - شمعيں بھي ٹمٹما رہي ہيں ... ...

يه ميري سہيلي " مليسا " کي شادي کي رات کا واقعه ہے - ميں اپني ماں کے ساتھه گھر لوٹي - اس وقت ميرے سر ميں خيالات کا ہجوم تھا :

" آج ميري سہيلي کو جو بات نصيب ہوئي ہے ' کل مجھے بھي نصيب ہوگي " ميں خيال کرنے لگي " ميں بھي ايسے ہي شاندار جلوس ميں نکلوں گي - ميري رتھه بھي پھولوں سے لدي ہوگي ' زيتون کي شاخيں اُسپر سايه کيے ہونگي ' بانسرياں بجتي ہونگي ' اور ميري سہيليوں کي ميٹھي آوازيں سريلي بانسريوں ميں مل جائنگي - ميں بھي ايک دن اپنے بر کے پہلو ميں " مليسا " کي طرح نگاہيں نيچي کيے بيٹھونگي - مجھپر وہ عجيب راز کھل جائينگے جو يه موقعه اپنے دامن ميں چھپائے ہوئے ہے ... اسکے بعد ؟ ...... يه که ميں اپنے بچوں کو اپني دوده بھري چھاتيوں سے لگالوں گي -

(راز)

... دوسرے دن ميں اپني سہيلي سے ملنے گئي - آنکھيں ملتے ہي دونوں کے رخسار سرخ ہوگئے - وہ مجھے اپنے کمرے ميں لے گئي اب ہم بالکل اکيلے تھے - مجھے اس سے بہت سي باتيں کہني تھيں - مگر اُسکي صورت ديکھتے ہي کچھه ياد نه رہا !

ميري سہيلي جيسي ہميشه سے تھي ' ويسي ہي اب بھي ہے - کوئي فرق اس ميں نظر نہيں آيا - ليکن يه عجيب بات ہے که ميں اُس سے کچھه مرعوب سي تھي - ميں اُس سے آنکھه نہيں ملا سکتي تھي -

اچانک ميرا ڈر دور ہوگيا - ميں اُسکے زانو پر بيٹھه گئي - اُسکے کان ميں سب باتيں کہديں - اُس نے بھي اپنا سر ميرے سر پر رکھديا اور پورا راز کہه ڈالا !

(بانسري)

" ليکاسي " نے خوبصورت بانسري مجھے ہديه دي - وہ مجھے بانسري بجانا سکھانے لگا ......

میرے دل میں اُس وقت کوئي عجیب اور نا معلوم اثر پیدا ہو رہا تھا - لیکاسي نے بانسري میرے ہاتھہ سے نرمي کے ساتھہ لے لي اور بہت ہي دھیمي آواز میں ایک راگ سنایا - میرا دل زور سے دھڑکنے لگا - ......

ہمارے پاس کہنے کو کوئي بات نہ تھي - ہم باري باري بانسري بجا کر دل بہلاتے رہے -

ہم بالکل بے خودي کے عالم میں تھے - اچانک مینڈک چلانے لگے - اب ہم چونکے - رات قریب آ پہنچي -

مجھے بہت دیر ہو گئي ہے - لیکن میں اپني ماں کو یقین دلانے کي کوشش کرونگي کہ میں اِس وقت تک اپني کھوئي ہوي پیٹي ڈھونڈہ رہي تھي !

(جھونپڑا)

میرا چھوٹا سا جھونپڑا ' جہاں ہمارا نرم بستر رکھا ہے ؛ مجھے سب سے زیادہ پسند ہے - وہ مجھے اس لیے پسند ہے کہ ہم نے اسي میں اپني سب سے اچھي راتیں بسر کي ہیں !

ہمارا بستر ' درختوں کے پتوں اور پھولوں سے بنا ہے - وہ بھي مجھے بہت محبوب ہے ' کیونکہ وہ ہم دونوں کو جمع کرتا ہے !

میں کبھي کبھي بہت غمگین ہو جاتي ہوں - لیکن جب محبت کے پہلو میں ہوتي ہوں ؛ تو اپنے آپ کو بھي بھول جاتي ہوں - مجھپر ایک طرح کي غشي سي طاري ہو جاتي ہے -

(قسم)

" اُس " نے کہا :

" جب دریا کا پاني اُبل کر برف آلود پہاڑوں کي چوٹیاں چھپادے "

" جب انسان ' سمندر کي موجوں پر گیہوں اور جو بوکر کاٹنے لگے "

" جب سورج کي روشني ' تاریکي ہوجائے "

" جب چاند گر کر چور چور ہو جائے "

" تو اُس وقت میرے لیے بھي روا ہوگا کہ تجھسے منہہ موڑلوں ' اور تجھے بھي حق ہوگا کہ مجھے بالکل بھلا دے ! اے بلیٹس ! اے میري محبت ! "

(رات)

جب رات آجاتي ہے اور اندھیرا پھیل جاتا ہے ' تو میں خاموشي کے ساتھہ گھر سے نکل جاتی ہوں - ہرے بھرے میدانوں میں پہنچتي ہوں - میرا شوہر وہاں بے خبر پڑا سوتا ہے -

کبھي میں گھنٹوں کھڑي اُسے دیکھتي رہتي ہوں - بالکل چپ ' سناٹے میں ...... میں اُسے اپنے قریب تنہا دیکھکر خوش ہوتي ہوں - پھر میں اپنا منہ اُسکے منہ سے قریب کرتي ہوں - کیوں ؟ اسلیے کہ اُسکي سانس کے بوسے لوں !

اُس وقت ستاروں کي چمکیلي آنکھوں کے سوا ہمیں کوئي نہیں دیکھتا !

صبح ہو جاتي ہے -

" اِتني جلدي روشني لوٹ آئي ! " میں اپنے دل سے کہتي ہوں کس جگہ روشني نہیں پہنچ سکتي ؟ کس غار میں سورج کي شعاع کبھي دکھائي نہیں دیتي ؟ مجھے اُسکي تلاش ہے - تاکہ ہمارا استغراق محبت کبھي ختم نہ ہو ... ہمیشہ کیلیے ! سورج کي کرنیں ہمیں پریشان کرنے نہ پائیں -

اقتباسات

ترازکي اور بد مستي

کون ہے جس نے مشہور روسي رہنما اور لینن کے بعد سب سے زیادہ حیرتٗ انگیز روسي انسان " ترازکي " کا نام نہیں سنا ؟ یہ شخص جس نے اپني انتظامي اور جنگي قابلیتوں کا لوہا دشمن تک سے منوا لیا ہے ' انقلاب روس سے پہلے امریکہ میں ایک معمولي درجہ کا بے وقعت اخبار نویس تھا اور شہر بوسٹن میں غریبانہ زندگي بسر کرتا تھا - اُسي زمانہ کا یہ واقعہ اب اخباروں میں شایع ہوا ہے کہ ایک دن ترازکي کو شہر کے کوتوال نے اِس جرم میں گرفتار کرلیا کہ وہ سڑکوں پر بدمست پھر رہا تھا - چنانچہ ۲۴ گھنٹہ قید میں رکھا گیا -

اُس وقت کوتوال کو کیا معلوم تھا کہ اُسکا یہي قیدي عنقریب دنیا کے مشہور انسانوں میں شمار کیا جایگا ؟ (السیاسہ)

(ہنسي)

مشہور فرانسیسي مصنف زیپلے کہتا ہے :

" ہنسي ' انسان کا ایک امتیازي وصف ہے "

یہ قول بالکل صحیح ہے - بہت سے قدیم فلاسفہ بھي یہي کہہ چکے ہیں - ہنسي اور مسکراہٹ ' دو الگ الگ چیزیں ہیں - ہنسي کي بھي کئي قسمیں ہیں : گونجنے والي ہنسي ' خشک ہنسي ' کھوکھلي ہنسي ...

ہنسي کا خاصہ انسان میں بے فائدہ نہیں ہے - ہنسي میں بہت سے جسماني فوائد ہیں - دل کھولکر ہنسنے کے بعد انسان کو سانس لینے میں بہت آرام محسوس ہوتا ہے - کیونکہ جس طرح دوڑنے کے بعد پھیپھڑونکي ہوا صاف ہوجاتي ہے ' اُسي طرح ہنسنے کے بعد اسکي حالت ہوتي ہے - پھر ہنسي کا اعضاء ہضم یعني معدہ و جگر وغیرہ پر بھي بہت اچھا اثر پڑتا ہے - پیٹ بھرکے کھانے کے بعد ہنسي غیر معمولي سرعت سے کھانا ہضم ہونے میں مدد دیتی ہے - اسي لئے دستر خوان پر ہنسنے ہنسانے والي باتیں کرنا مستحسن ہے ' اور اسي لیے تنہا بیٹھہ کر کھانا ناپسند کیا جاتا ہے ' کیونکہ اس کا نتیجہ بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ انسان ضعف معدہ یا دائمي قبض میں مبتلا ہو جاتا ہے - لقمہ منہہ میں لیکر ہنسنا نہیں چاہیے ' ورنہ آلات تنفس میں لقمہ کے اجزاء اٹک جانے کا اندیشہ ہے - اگر کبھي ایسي صورت پیش آ جائے تو پیٹھہ پر زور سے گھونسا نہیں مارنا چاہیے ' کیونکہ یہ سخت خطرناک ہے -

ہنسی پورے نظام عصبی کے لیے مفید ہے - جب انسان ہر خوشی کے موقعہ پر ہنسنے کا عادي ہو جاتا ہے تو اُسے ہر مرتبہ ہنسنے میں خوشي حاصل ہونے لگتي ہے - البتہ بلا وجہ ہنسنا حماقت ہے -

لیکن آخر ہم ہنستے کیوں ہیں ؟ جو باتیں ایک شخص کو ہنساتي ہیں ' بسا اوقات دوسرے کو نہیں ہنساتیں - اس کا جواب مشکل ہے !

(سنڈے ریویو)

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو نہیں کرتے جہاں دنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کرلی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W.1.

جو

دُنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور

جسے ملک معظم برطانیہ اور اُنکے کتبخانۂ قصر کے لئے کتابیں بہم پہنچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نوآبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہے

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پُرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجے کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجے کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کرسکتے ہیں

ہمارے یہاں سے

ہر چھ ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

یاد رکھئے

موسم گرما کا نایاب تحفہ

صرف ہمدرد دواخانے سے ملیگا

شربت روح افزا ۲۹۳ (رجسٹرڈ)

جو تقریبًا ۲۰ سال کے عرصہ میں اپنی بے شمار خوبیوں کی وجہ سے اسم بامسمیٰ ہو کر بلا تفریق مذہب عالم ہر دلعزیزی و شہرت مقبولیت حاصل کرکے نہ صرف ہندوستان بلکہ ممالک غیر تک شہرت حاصل کر چکا ہے اور جس کو چشم بد (حریص) سے محفوظ رکھنے کے لئے تمام ہندوستان کے واسطے رجسٹرڈ بھی کرا لیا گیا ہے۔

محترم ناظرین! آپ میں جو اصحاب اس کا استعمال کر چکے ہیں اُن سے تو اس کے تعارف کرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپکی مسلسل و پیہم مشتاقانہ خریداری اس کی پسندیدگی و قدر دانی کی خود دلیل ہے لیکن ہندوستان جیسے وسیع بر اعظم میں جن لوگوں کو اس کے استعمال کا اب تک اتفاق نہیں ہوا اُن سے اس کی بے شمار خوبیوں میں سے چند عرض کی جاتی ہیں۔

اسکی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس شربت کا استعمال کسی مذہب کے خلاف نہیں۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ ہر تندرست انسان بلا قید عمر و مزاج موسم گرما میں خوش ذائقہ و فرحت بخش چیز کی حیثیت سے استعمال کر سکتا ہے۔

ناظرین! یہ شربت کیا ہے؟ اعلیٰ قسم کے فواکہات مثل انگور، سیب، رنگترہ وغیرہ اور بہت سی اعلیٰ ادویہ کا مرکب ہے جو خاص ترکیب اور جانفشانی سے تیار کیا جاتا ہے۔ مفرح قلب ہے۔ خوش ذائقہ ہے۔ تشنگی اور گھبراہٹ کو دور کرتا ہے۔ اختلاج قلب درد سر دوران سر، متلی وغیرہ کی شکایت کو رفع کرتا ہے۔ سوداوی امراض کے واسطے عمومًا اور گرم مزاج والے اصحاب کے واسطے خصوصًا بہت مفید ہے۔

معنوی خوبیوں کے علاوہ جو استعمال سے تعلق رکھتی ہیں ظاہراطور پر رنگ دلفریب اور پیکنگ کی صفائی دیدہ زیب ہے اسکی اشاعت سے محض ذاتی نفع مقصود نہیں بلکہ ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق پبلک کی خدمت کرنا اور ہندوستانی اشیاء کی ترویج کو ترقی دینا مدنظر ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ آپ بوتل دیکھ کر اور استعمال کرکے جو بیدار شدہ نوخیز ہندوستان کی صنعت کا اُمید افزا نمونہ ہے اور جس کی ہر چیز دیسی ہے۔ خوش ہونگے اور باوجود اس قدر خوبیاں ہونے کے قیمت اس لئے کم رکھی ہے کہ ہر حیثیت کے لوگ اس سے فائدہ حاصل کرسکیں۔ قیمت فی بوتل ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ/) حکیموں اور عطاروں کے علاوہ، تاجران شربت کو بشرطیکہ وہ ایک درجن یا اس سے زیادہ خریدیں، دو آنے (۲/) فی روپیہ کمیشن دیا جائے گا۔

نوٹ: اس شربت کی عام مقبولیت کو دیکھ کر بہت سے ہمارے ہم پیشہ حضرات ناجائز فائدہ اُٹھانے کی مختلف ترکیبیں نکالتے ہیں مثلاً کوئی اس شربت کا ملتا جلتا نام رکھ لیا ہے۔ لہٰذا آپ شربت خریدکرتے وقت دھوکا نہ کھائیں بلکہ بوتل پر ہمدرد دواخانہ کا خوشنما لیبل اور اسپر لفظ رجسٹرڈ ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

واضح رہے کہ یہ شربت ہمدرد، دواخانہ کی مخصوص چیز ہے اور اصلی صرف ہمدرد دواخانہ دہلی سے ہی مل سکتا ہے۔

پتہ۔ ہمدرد دواخانہ دہلی

تار کا کافی پتہ ہمدرد، دہلی

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھئے

کہ آپ کو ایک مستند اور آخرین ہنما گائڈ بک کی ضرورت ہے جو انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹیوں، ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں، قابل دید مقامات اور آثار قدیمہ وغیرہ سے آپکو مطلع کر دے نیز جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہے

ایسی مکمل گائڈ بک صرف ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlop Guide to Great Britain

کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ ہندوستان کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

اگر آپکو

دمہ

(ضیق النفس)

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہے تو تامل نہ کیجئے۔ اپنے سے قریب دوا فروش کی دکان سے فورًا ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا منگوا کر استعمال کیجئے

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ

اسوقت

دنیا کا بہترین فاؤنٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم" قلم ہی؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہوسکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپکو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہی

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دنیا میں کوئی نہیں

کم ازکم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپ "شیفر" کا

"لائف ٹائم"

لیناچاہیئے!

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولٰنا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کیجا سکتی ہی؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہی؟

۱۹۱۹ء میں جسقدر نسخے چھپے تھے، مدرسہ اسلامیہ رانچی کو دے دیئے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہو گئے۔ اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہی۔ ۱۲ار (منیجر الہلال کلکتہ)

حیرت انگیز رعایت

پندرہ روپے کی تین گھڑیاں
صرف دس روپے میں
محصولڈاک اور پیکنگ بھی معاف

آپ کے لئے + آپ کے کمرہ کے لئے + بیوی کے لئے

فانسی گولڈن رسٹ واچ	ریلوے ریگولیٹر پاکٹ واچ	شہور عالم بی ایم جیم جرمن ٹائم پیس

نئے نئے ڈزائن کی خوشنما فینسی ... محصولڈاک پیکنگ۔ سنی آرڈر فیس	نکل سور کیس، خوابصورت، مضبوط ٹائم نہایت صحیح بتانیوالی قیمت ... پانچ روپے ... محصولڈاک پیکنگ۔ سنی آرڈر فیس	دیکھنے میں خوبصورت چال کا اچھا ... مضبوط۔ ٹائم کا سچا۔ بیحد سستا قیمت دو روپے محصولڈاک پیکنگ۔ منی آرڈر فیس

یہ تینوں گھڑیاں اگر آپ یکمشت طلب فرمائیں تو صرف دس روپے میں بھیجی جائیں گی یہ رعایت محض مال کی نکاسی اور فرم کی شہرت کی وجہ سے ہے اور یہ رعایت اسی وقت تک رہیگی جب تک یہ گھڑیاں اسٹاک میں رہینگی اسکے بعد ہم تعمیل کے ذمہ دار نہ ہونگے آپ فوراً ہی آرڈر بھیجدیں ایسا نہ ہو کہ اسٹاک ختم ہو جائے اور آپ کی فرمائش کی تعمیل نہ ہو سکے

نوٹ۔ ایک یا دو گھڑیوں کے خریدار کیلئے کوئی رعایت نہیں ہے۔ اُن سے پوری قیمت مندرجہ چارج کیجائے گی اور محصولڈاک و پیکنگ وغیرہ بھی اُن کو ادا کرنا ہوگا ÷

پتہ۔ دہلی کا مشہور مرکز واچ ہوس اسٹاکسٹ ولیٹ اینڈ واچ کمپنی نمبر ۸۳ مقام دہلی

فدائیان اسلام پر مصائب کا ہجوم

کیوں ہی؟

اگر آپ کو قوم کے ظاہری و باطنی امراض اور انکے علاج کا علم حاصل کرنا ہے تو الجمعیتہ ملاحظہ فرمائیے

"الجمعیتہ" تمام ہندوستان میں ایک ہی اخبار ہی جو علما کی زبان کہلانے کا مستحق ہی اور جسکا اہم ترین مقصد ملت بیضا کی محافظت ہی۔ مقدس مذہب اسلام کے خلاف حملوں کا دنداں شکن جواب دینا اور واقعات کی محققانہ تنقید اس کا مخصوص طریقہ ہی

اس زمانے میں اجتماعی اور تمدنی زندگی کے لئے اخبار بھی ایک ضروری چیز ہو گیا ہی اور ہر قوم کو اپنی تمدنی زندگی قائم رکھنے کے لئے اسکی حاجت ہی۔ اس لئے تمام مسلمانوں کو لازم ہی کہ وہ مذہب کی حفاظت کے فریضے کو تمام فرائض سے اہم سمجھیں اور اس اخبار کو جو مذہب کا محافظ ہی اور صلاح قوم کا علمبردار بھی اشاعت اور ترقی کے اعلی درجے پر پہنچائیں حق کی آواز جسقدر کثرت سے لوگوں کے کان میں جائیگی اسیقدر کامیابی ہی

اخبار الجمعیتہ کی پانچ (۵) خصوصیات

(۱) تمام سیاسی و مذہبی مسائل پر عالمانہ و فاضلانہ بحث کرتا ہی۔
(۲) تبلیغ و اشاعت اسلام کے متعلق مسلسل مضامین شائع کرکے مخالفین اسلام کو خاموش کرتا ہی۔
(۳) عربی، فارسی، اردو، انگریزی اخبارات کے تراجم پیش کرتا ہی۔
(۴) حضرت مولٰنا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیتہ علماء ہند کے فتاوے کی اشاعت کرتا ہی۔
(۵) ایک کالم تفریح کا بھی ہوتا ہی جس سے اسکی دلچسپی میں اور زیادہ اضافہ ہوتا ہی۔

ہفتہ میں دوبار شائع ہوتا ہی۔ چندہ سالانہ چھ روپیہ (للعہ/) ششماہی تین روپئے چار آنے (للعہ)

منیجر "الجمعیتہ" دہلی

برید فرنگ

ریاست ہائے متحدہ امریکہ

بین الاقوامی سیاست سے علحدگی

۲ دسمبر ۱۸۲۳ء میں یعنی اب سے ایک سو چار برس پہلے ولایات متحدہ امریکہ کے پانچویں صدر جمیس مونرو نے امریکہ کی مجلس حکومت (سینٹ) کے سامنے ایک تقریر کی تھی۔ یہ تقریر بعد میں تاریخی تقریر بن گئی اور اسنے عظیم الشان سیاسی نتایج پیدا کئے۔ اس تقریر میں پریسیڈنٹ نے امریکہ کی خارجی حکمت عملی کے لئے ایک اصول پیش کیا تھا جو بعد میں "مذہب مونرو" کے نام سے مشہور ہوا۔ اس اصول کا منشا یہ تھا کہ "امریکہ کو اپنے معاملات خود ہی طے کرنے چاہئیں اور کسی بیرونی سلطنت کو اُن میں مداخلت کا موقعہ نہیں دینا چاہئے"۔ مقصود اس سے یہ تھا کہ براعظم امریکہ تمام دوسرے براعظموں سے الگ تھلگ رہ کر اپنے لئے ایک مخصوص اور مستقل سیاسی دنیا پیدا کرلے۔

چونکہ ولایات متحدہ امریکہ اپنے براعظم میں سب سے زیادہ آباد، مالدار اور طاقتور جمہوریت ہی، اس لئے دوسرے براعظموں سے الگ تھلگ ہوجانے کی وجہ سے اُسے امریکہ کے تمام دوسری جمہوریتوں پر ایک طرح کی فوقیت یا وصایت (منڈیٹ) حاصل ہوگئی ہی اور اسی اصول پر عمل کرتے ہوئے متعدد موقعوں پر وہ دوسری جمہوریتوں کے معاملات میں مداخلت بھی کرچکی ہی۔ چنانچہ ۱۸۶۷ء میں جب فرانس اور مکسیکو میں نزاع ہوئی، اور پھر جب ۱۸۹۸ء میں اسپین اور کوبا کا معاملہ پیش آیا، تو ولایات متحدہ نے اسی اصل کی بنا پر عملاً مداخلت کی۔ مونرو سے پہلے صدر واشنگٹن نے بھی اپنے ہموطنوں کو یہی نصیحت کی تھی کہ یورپی سلطنتوں سے اس طرح کے معاہدات نہ کریں جن سے امریکہ کی بین الاقوامی سیاست سے علحدگی کی حالت میں خلل پیدا ہونے کا امکان ہو۔

یہی وہ قاعدہ تھا جس کی بنا پر عالمگیر جنگ کے بعد مجلس صلح کے موقعہ پر امریکہ میں سخت اختلاف آراء پیدا ہوگیا۔ ڈاکٹر ولسن اور اُنکے ہم خیالوں کی رائے تھی کہ اب امریکہ کو گوشۂ تنہائی سے نکلکر دنیا کی بین الاقوامی سیاست میں حصہ لینا چاہئے۔ لیکن مذکورۂ بالا قاعدہ کے معتقد اس کے مخالف تھے۔ وہ کہتے تھے امریکہ کو بدستور بین الاقوامی سیاست سے علحدہ رہنا چاہئے۔ بالآخر دوسری جماعت ہی کو فتح حاصل ہوئی کیونکہ امریکہ کی عام رائے اُنہی کے حق میں تھی ڈاکٹر ولسن کو اپنی شکست کا اعتراف کرلینا پڑا۔

بلا شبہ اس اختلاف میں ڈاکٹر ولسن کو شکست ہوئی اور پرانا قاعدہ بدستور برقرار رہا۔ لیکن یہ سوال بہر حال ہمیشہ معرض بحث میں رہے گا کہ آخر امریکہ کب تک دنیا کے سیاست سے علحدہ رہیگا؟ بلکہ یوں کہنا چاہئے حوادث کا سیلاب اُسے کبتک اُسکی جگہ پر چھوڑے رکھے گا؟ ظاہر ہے، جنگ کے بعد دنیا کے سیاسی اور اقتصادی حالات میں انقلاب عظیم ہوگیا ہی، امریکہ کی تجارت بھی بیحد وسیع ہوگئی ہی، ایسی حالت میں کیونکر ممکن ہی کہ مذہب مونرو کے حامی زیادہ عرصہ تک اپنی استقامت رائے قائم رکھ سکیں،

امریکی صدر جمہوریت

ولایات متحدہ امریکہ کا نظام حکومت، انگلستان اور فرانس وغیرہ ممالک کے نظام سے بہت مختلف ہی۔ دنیا میں کسی صدر جمہوریت کو اتنے اختیارات حاصل نہیں ہیں جتنے امریکی صدر جمہوریت کو ہیں۔ شاہ انگلستان اور صدر جمہوریۂ فرانس قریب قریب جملہ اختیارات سے محروم ہیں۔ لیکن امریکہ کے صدر کے ہاتھ میں وسیع اختیارات ہوتے ہیں خصوصاً جنگ یا دوسرے نازک موقعوں پر اُسے تقریباً مطلق العنان حاکم کی حیثیت از روئے قانون حاصل ہوجاتی ہی۔

دنیا کی دوسری حکومتوں کی طرح امریکہ میں وزیر اعظم کا عہدہ نہیں ہی۔ صدر جمہوریت ہی اپنے مددگاروں کی مجلس کا رئیس ہوتا ہے لیکن ان مددگاروں کو مجلس حکومت (سینٹ) اور مجلس خواص میں بیٹھنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ صدر امریکہ اور صدر فرانس میں ایک فرق یہ بھی ہی کہ آخر الذکر کا انتخاب، عوام اور خواص کی دونوں مجلسیں یکجا ہوکر کرتی ہیں۔ لیکن امریکی صدر کا انتخاب اس طرح ہوتا ہی کہ ہر ریاست خاص اس غرض کے لئے اپنے نمائندے مقرر کردیتی ہی۔ یہ نمائندے اپنی اپنی ریاستوں کے صدر مقام میں جمع ہوتے ہیں اور صدر جمہوریت کے لئے کسی شخص کا انتخاب کرتے ہیں۔ تمام ولایتوں کے سربمہر اصوات (ووٹس) پایۂ تخت واشنگٹن بھیجدیئے جاتے ہیں۔ پھر واشنگٹن کی دونوں مجلسیں جمع ہوکر ان اصوات کا شمار کرتی ہیں اور ۴ سال کے لئے صدر جمہوریت کا اعلان کردیتی ہیں۔

صدر جمہوریت امریکہ کے لئے ایک شرط یہ بھی ہی کہ اُس کی عمر کم سے کم ۳۵ سال کی ہو، اُسنے کم سے کم ۱۴ برس امریکہ میں گذارے ہوں، اور اس ملک کا مستقل باشندہ ہو۔ صدر جمہوریۂ فرانس کے برخلاف امریکہ کے صدر کا ایک نائب بھی ہوتا ہی۔ اور اپنی مدت کے دوران میں صدر کے فوت ہوجانے، یا مستعفی ہوجانے یا اپنے فرائض نہ ادا کرسکنے کی حالت میں نائب صدر اُس کی جگہ کام کرتا ہی اور صدر کا نیا انتخاب نہیں ہوتا۔ صدر کی موجودگی میں نائب صدر کا کام صرف اس قدر ہوتا ہی کہ وہ مجلس خواص کی صدارت کرتا ہی۔

ولایات متحدہ

جمہوریہ امریکہ ۴۸ ریاستوں سے مرکب ہی ہر ریاست میں دو مجلسیں ہیں انکا کام اندرون ریاست میں قانون بنانا اور حکومت کرنا ہی۔ لیکن تمام ریاستوں کے مشترک اور عام معاملات نیز خارجی سیاست، جمہوریت کے مرکزی مقام واشنگٹن کی دونوں مجلسوں کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔ مجلس عوام کے ممبروں کی تعداد ۴۳۵ ہوتی ہی جو ہر دو برس میں ایک مرتبہ منتخب ہوتے ہیں۔ مجلس خواص میں ۹۶ ممبر ہوتے ہیں۔ یعنی ہر ریاست کی طرف سے عام اس سے کہ اُس کی آبادی کم ہو یا زیادہ، دو دو نمائندے ہوتے ہیں۔ ان کی مدت ۶ سال ہوتی ہی مگر ہر دو سال بعد ان میں سے ایک تہائی کا انتخاب از سر نو ہوا کرتا ہی اور اس طرح ۶ سال کے اندر نئی مجلس پیدا ہوجاتی ہی۔ مجلس خواص صدر جمہوریت کے ساتھ معاہدے منظور کرنے میں شریک ہوتی ہی۔ بغیر اُس کی منظوری کے کوئی معاہدہ جائز نہیں ہوسکتا۔

امریکہ کے بیرونی مقبوضات

ایک طرف جمہوریۂ امریکہ، دول یورپ کو امریکہ کے معاملات میں مداخلت کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ دوسری طرف خود بھی ملک گیری کی حکمت عملی پر عمل پیرا ہے اور براعظم امریکہ کے باہر بھی نوآبادیاں رکھتی ہی!

(۱) جزیرۂ کوبا کا شمار اگرچہ ماتحت ممالک میں نہیں ہی لیکن عملاً امریکہ ہی کی اُسپر حکومت ہی۔ اس جزیرہ کی آبادی ۲۹،۰۰،۰۰۰ ہی

(۲) الاسکا ایک وسیع علاقہ ہی مگر آبادی ۵۵،۰۰۰ سے زیادہ نہیں ہی۔ اسمیں شکار کے جانور اور قیمتی کانیں بہت ہیں۔

(۳) پورٹریکو۔ اس کی آبادی ۱۲،۳۰،۰۰۰ ہی، یہاں قہوہ، تمباکو اور شکر کی پیداوار بہت ہی۔

(۴) جزائر ہاوائی۔ آبادی ۲۵۵،۰۰۰۔ اکثر باشندے زرد رنگ کے ہیں، قہوہ، چاول، اور کیلا بہت پیدا ہوتا ہی۔

(۵) جزائر فلپائن وسیع علاقہ ہی۔ آبادی ایک کرور ہی۔

امریکہ اور باقی دنیا کا مقابلہ

ذیل کے نقشہ سے معلوم ہوگا کہ کرۂ ارض میں مختلف حیثیتوں سے امریکا کا درجہ کیا ہی:

دنیا کے مجموعی رقبہ میں امریکہ کا رقبہ

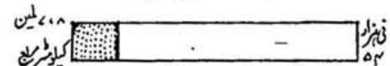

دنیا کی مجموعی آبادی میں امریکہ کی آبادی

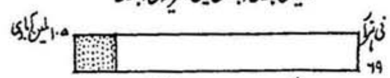

دنیا کی مجموعی پیداوار میں امریکہ کی پیداوار

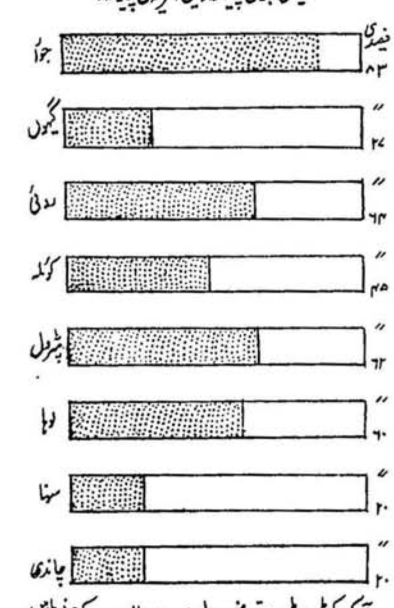

امریکہ کے بڑے بڑے قرضے دول یورپ پر علاوہ سود کے حسب ذیل ہیں

انگلستان پر	۴۴۶	ملین (ایک ملین ۱۰ لاکھ)	ڈالر تقریباً ۳ روپیہ	
فرانس	"	۳۸۴۴	"	"
اٹلی	"	۱۹۳۲	"	"
بلجیم	"	۴۴۷	"	"
روس	"	۲۳۲	"	"
پولینڈ	"	۱۵۳	"	"
جرگوسلاویا	"	۱۰۶	"	"

امریکہ میں الحاد کی مقبولیت

الحادی انجمنوں کی دعوت و تبلیغ

اسوقت امریکہ میں سب سے زیادہ طاقتور اور مقبول دعوت، الحاد اور ترک ادیان کی دعوت ہے۔ ملحدانہ خیالات دنیا میں قدیم زمانوں سے موجود ہیں اور دنیا کے نئے علمی دَور نے مذہبی عقائد کا قدیم رسوخ متزلزل کردیا ہے، تاہم اسوقت تک کسی ملک میں بھی الحاد عوام میں مقبولیت حاصل نہ کرسکا، اور عامتہ الناس کا میلان مذہب ہی کی طرف رہا مگر اب امریکہ میں الحاد ایک عام پسند دعوت کی حیثیت اختیار کررہا ہے اور روز بروز اُس کی جماعتیں زیادہ قوت و رواج حاصل کررہی ہیں۔ امریکہ کے کالج اور یونیورسٹیاں اس دعوت کی اشاعت و تبلیغ کا سب سے بڑا میدان ہیں۔ انہی میدانوں میں قوم کے دل و دماغ طیار ہوتے ہیں، اور اگر یہ الحاد کی اشاعت و تبلیغ کا مرکز بن گئے ہیں، تو ظاہر ہے کہ امریکی دل و دماغ کا سانچا اب مذہب کا نہیں بلکہ الحاد کا سانچا ہے!

مشہور امریکی اخبار "ورلڈ" نے اس ملحدانہ تحریک کی تحقیقات کے لئے اپنا ایک خاص نمائندہ مقرر کیا تھا۔ اسنے ۱۸ مہینے دَورہ کرکے اپنا مفصل بیان شائع کردیا ہے۔ ہم اس بیان کے بعض اہم نقاط پر نظر ڈالیں گے۔

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ دہریت عام کرنے کے لئے ایک نہایت طاقتور انجمن موجود ہے۔ یہ انجمن اسوقت تک ۲۰ کالجوں اور تین یونیورسٹیوں میں اپنی باقاعدہ شاخیں قائم کرچکی ہے۔ نیز امریکی جنگی بیڑہ کے افسروں اور سپاہیوں میں بھی اُسنے بہت اثر پیدا کرلیا ہے۔ امریکہ کے بیشمار اساتذہ انجمن کے ممبر ہیں اور اُس کے مقاصد پھیلا رہے ہیں۔

سب سے پہلے جس یونیورسٹی نے علانیہ الحاد کو اپنا مذہب قرار دیا، وہ صوبۂ نیویارک کی روچسٹر یونیورسٹی ہے۔ اسنے باضابطہ طور پر انجمن الحاد کی رکنیت قبول کرلی ہے اور اپنے دائرے میں اُس کی شاخ قائم کردی ہے۔ اس شاخ کا نام عجیب ہے "ملعون ارواح والوں کی انجمن" اس نام نے بڑی مقبولیت حاصل کی۔ اب تمام الحادی مدارس کے طالب علموں نے یہی نام اختیار کرلیا ہے۔ اسی قسم کے کئی اور نام بھی مختلف شاخوں نے تجویز کئے ہیں۔ مثلاً نیویارک کی ایک الحادی کمیٹی کا نام ہے "اُن لوگوں کی انجمن جن کا کوئی خدا نہیں ہے" فیلاڈلفیا کی ایک انجمن کا نام "سیاہ بھیڑوں کی انجمن" ہے۔ ایک اور شاخ "شیطان کے فرشتوں" کے نام سے مشہور ہے۔ ایک انجمن "دائرۂ کفار" کہلاتی ہے۔ ایک دوسری جماعت اپنے آپ کو "ملعون روحوں کی جماعت" کہتی ہے، اور اس کے صدر کا لقب "اعلیٰ حضرت شیطنت پناہ!" ہے!

انجمن الحاد حسب ذیل اصول کی تبلیغ کرتی ہے:

۱۔ عقل کے سوا کوئی خدا نہیں۔

۲۔ آسمانی کتابوں میں جتنے قصے مذکور ہیں، محض بے بُنیاد افسانے ہیں۔

۳۔ جنت، دوزخ کا کوئی وجود نہیں۔

۴۔ دین، طبیعت سے ماورا امور کی پرستش کا نام ہے، اور ایسے امور کا کوئی وجود نہیں۔ اس لئے اُسے مٹا دینا چاہئے۔

۵۔ کلیسا کا نظام، دنیا کے لئے خطرہ ہے۔

حکومت سے اُس کے مطالبے حسب ذیل ہیں:

۱۔ تمام گرجوں پر بلاکسی امتیاز کے محصول مقرر کرنا چاہئے۔

۲۔ سرکاری عہدوں پر اور مجلس خواص اور مجلس عوام میں جتنے بھی پادری ہیں، سب نکال دئے جائیں۔

۳۔ مذہبی انجمنوں کو کوئی مالی مدد نہ دی جائے۔

۴۔ تمام مدارس میں دینی تعلیم ممنوع قرار دی جائے۔

۵۔ ہر قسم کے دینی رسوم اور تہوار موقوف کردئے جائیں۔

۶۔ تورات و انجیل کی قسم ناجائز قرار دی جائے۔

۷۔ اتوار کو مذہبی دن تسلیم نہ کیا جائے۔

۸۔ وہ تمام دینی فرائض و شعائر منسوخ کردئے جائیں جنھیں دینی فضائل و حسنات خیال کیا جاتا ہے۔ اُن کی جگہ صحیح آداب اور آزادی و مساوات کے اصول عام کئے جائیں۔

۹۔ امریکی سکے پر سے یہ عبارت محو کردی جائے "خدا پر میرا توکل ہے"

اخبار "ورلڈ" کے خاص نمائندے نے اپنی تحقیقات کے دَوران میں ان لوگوں سے ملاقاتیں کیں جو اس دعوت کے رہنما ہیں۔ انجمن الحاد کے ناظم مسٹر ہوبوڈ نے اپنی گفتگو میں کہا:

"ہم جانتے ہیں کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طالب علموں میں ایک بہت بڑی جماعت ہے جو الحاد قبول کرچکی ہے مگر خوف سے اعلان نہیں کرتی۔ خاموشی اور سکون سے اپنے دائرے میں اُس کی تبلیغ و اشاعت کررہی ہے"

ایک اور بڑے ملحد نے کہا

"خدا پر ایمان، اب ایک فرسودہ عقیدہ ہے اور موجودہ متمدن روح کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ جن کتابوں کو آسمانی کتابیں خیال کیا جاتا ہے خرافات و قصص سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں۔ اگر ہم ان کتابوں پر عمل کرینگے تو اپنے ہاتھوں اپنی قدر کھودیں گے اور اپنی خوشی سے پاگلوں کے زمرے میں داخل ہوجائینگے۔ مزید برآں، ان نام نہاد آسمانی کتابوں میں ایسے فحش قصے درج ہیں جنھیں کوئی با اخلاق آدمی پڑھنا گوارا نہیں کرسکتا (موجودہ تورات کے بعض مضامین کی طرف اشارہ ہے) موجودہ علم، دین کی بیخ کنی کررہا ہے۔ علماء وقت، جدید ترین علمی افکار کی اشاعت کرکے تحریک الحاد کی عظیم خدمت انجام دے رہے ہیں۔ انجمن الحاد نے حال میں چند سوالات شائع کئے تھے۔ انکے جوابوں سے معلوم ہوا کہ ۷۰ فیصدی علماء عصر ملحد ہیں، یا کم از کم لا ادری ہیں۔ اُن کی تعلیم کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ خدا، روح، اور ابدیت کے اعتقاد سے انکار کیا جائے"

انڈیانا یونیورسٹی سے ایک رسالہ "داگا بونڈ" نام شائع ہوتا ہے یہ اس درسگاہ کے ملحد طالب علموں کا ترجمان الحاد ہے۔ اسکے محرر نے پچھلی اشاعت میں اپنے دستخط سے ایک مضمون "میں ملحد کیوں ہوں؟" کی سرخی سے شائع کیا ہے۔ اسمیں وہ لکھتا ہے:

"خدا کا عقیدہ بھی فیشن کا حکم رکھتا ہے۔ آج ایک عقیدہ مقبول ہوتا ہے، کل دوسرا اُس کی جگہ لے لیتا ہے۔ ایک زمانہ میں "زیوس" کا نام یونان میں آدمیوں کے دل ہلا ڈالتا تھا۔ یہ یونان کا سب سے بڑا معبود تھا۔ اسی طرح "جوپیٹر" (مشتری) کے سامنے رومانیوں کے سر ہیبت و اجلال سے خم ہوجاتے تھے۔ لیکن آج دُنیا ان ناموں پر ہنستی ہے۔ اگر یہ صحیح ہے کہ تاریخ اپنا اعادہ کرتی رہتی ہے تو ہمیں یقین کرنا چاہئے کہ وہ زمانہ دُور نہیں جب "یہواہ" (عبرانی میں خدا کا نام) بھی اپنی تمام عظمت کھوکر مضحکہ بن جائے گا!"

یہ تحریک صرف مَردوں ہی میں نہیں بلکہ عورتوں میں بھی عام ہو رہی ہے۔ متعدد الحادی انجمنوں کی صدر، عورتیں ہیں۔ چنانچہ مینیسوٹا کی انجمن کی صدر مس کرسٹین واکر ہے۔ اس کی عمر ۱۸ برس کی ہے۔ تین سال پہلے بہت سخت مذہبی تھی، لیکن اب سرگرم ملحد ہے۔ اسی طرح مغربی صوبوں میں ایک سترہ برس کی دوشیزہ اس تحریک کی قائد ہے۔ اس کا نام کوئن رسکو ہے۔ اسی نام سے وہ ایک رسالہ بھی نکالتی ہے۔ یہ رسالہ الحاد کی تبلیغ میں بہت پیش پیش ہے۔ اس کا قول ہے "جو شخص بھی خدا پر یقین رکھتا ہے، ضرور ہے کہ اُس کے عقلی قوا میں خلل ہو!"

امریکہ کے سیاسی مدبر اس الحادی طوفان سے سخت خائف ہیں اور اس کی مقاومت کی تدبیروں پر غور کررہے ہیں۔

ترکی قالین

ترکی کے قالین دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ پچھلے چند سال سے یونانی تاجروں نے یہ پروپیگنڈا جاری کررکھا ہے کہ قالین بافی کی صنعت ٹرکی کے یونانیوں کے ہاتھ میں تھی وہ جب سے جلا وطن کردئے گئے ہیں، یہ صنعت بھی ٹرکی سے یونان میں چلی گئی ہے۔ اس پروپیگنڈا نے بالآخر ترکی حکومت کی توجہ اپنی طرف منعطف کی۔ چنانچہ اُسنے اس بارے میں ایک بیان شائع کیا ہے۔

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ علاقۂ سمرنا میں (جو اس صنعت کا مرکز ہے) جنگ سے پہلے ۲۹۰۸ کارخانے قالین سازی کے تھے۔ اُن میں ۲۰۵۲۰ ترک، اور ۲۰۷۵۰ یونانی اور ارمنی کاریگر کام کرتے تھے۔ یعنی اُسوقت بھی ترک کاریگروں کی تعداد یونانیوں اور ارمنوں کی تعداد سے تقریباً یکساں تھی۔

ان دونوں قوموں کے اخراج کے بعد اس صنعت کا کیا حال ہوا؟ کیا وہ باقی نہیں رہی جیسا کہ یونانی کہتے ہیں؟

نہیں۔ کیونکہ اس سرکاری بیان میں مذکور ہے کہ باوجود جنگ کی بربادیوں کے یہ صنعت برابر ترقی کرتی رہی۔ سنہ ۱۹۲۶ء میں ۳۰۵ : ۱۱ کارخانے تھے جن میں اسوقت ۳۰۹۴۰ ترک کاریگر کام کررہے ہیں جنگ سے پہلے ۹۰۹۰۶۸۰ ہاتھ مربع قالین ہر سال بنتے تھے لیکن سنہ ۱۹۲۶ء میں اُن کی مقدار ۱۱۸۴۴۹۲۴ ہاتھ مربع تک پہنچ گئی۔ اس سے ٹرکی کی صنعتی ترقی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

خدیو عباس کے مقدمہ کا فیصلہ

قسطنطنیہ میں کسی شخص کو بھی شبہ نہ تھا کہ خدیو عباس اپنے مقدمہ میں کامیاب ہونگے۔ لیکن افسوس ہے کہ عدالت کا فیصلہ اُنکے خلاف صادر ہوا: "موجودہ عدالت کو اس دعوے پر غور کرنے کا کوئی حق نہیں ہے" ججوں کا متفقہ فیصلہ یہ ہے۔ یعنی عدالت نے انگریزی وکیل کی منطق تسلیم کرلی، اور اپنے آپ کو ایسے مقدمات کے فیصلہ کا مختار نہیں سمجھا۔ عدالت نے مدعی سے مدعا علیہ کو ۵۰۰ ترکی پونڈ مصارف مقدمہ بھی دلائے ہیں!

اس فیصلہ پر ٹرکی کے اخبارات سخت برہم ہیں اور اسے صریح ناانصافی پر محمول کررہے ہیں۔ اس فیصلہ نے ایک نئی تحریک پیدا کردی ہے، اخبارات زور دے رہے ہیں کہ اس قسم کی مخلوط عدالتیں آئندہ قطعی

بصائر و حکم

انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں!

امیر معاویہ بن ابی سفیان

امیر معاویہؓ بن ابی سفیان کی شخصیت تعارف سے بے نیاز ہے۔ عرب کا عزم، حزم، عقل، تدبر، پُورے تناسب سے اس دماغ میں جمع ہوگیا تھا۔ عربی کتب ادب و تاریخ اُن کی تدبر و سیاست کے واقعات سے لبریز ہیں۔ تقریبًا پُوری زندگی امارت و حکومت میں بسر ہوئی۔ اور ہمیشہ اُن کی سیاست کامیاب ہی وہ اُس عہد کے ایک پُورے سیاسی آدمی تھے۔

ایک عجیب عزم

جب مرض نے خطرناک صورت اختیار کرلی اور لوگوں میں اُنکی موت کے چرچے ہونے لگے، تو امیر معاویہؓ کو فتنہ و فساد کا اندیشہ پیدا ہوا۔ ولی عہد، یزید، (جسے جبراً بزور شمشیر ولی عہد منوایا گیا تھا) دارالخلافہ سے دُور تھا اور ابتری پیدا ہوجانے کا قوی احتمال تھا۔ اُنھوں نے فوراً اپنے تیمار داروں سے کہا:

"میری آنکھوں میں خوب سُرمہ لگاؤ۔ سَر میں تیل ڈالو"

حکم کی تعمیل کی گئی، سرمہ اور روغن نے بیمار چہرے میں تازگی پیدا کردی۔

پھر اُنھوں نے حکم دیا:

"میرا بچھونا اونچا کردو۔ مجھے بٹھادو۔ میرے پیچھے تکئے لگادو"

اس حکم کی بھی تعمیل کی گئی۔

پھر کہا:

"لوگوں کو حاضری کی اجازت دو۔ سب آئیں اور کھڑے کھڑے سلام کرکے رخصت ہوجائیں۔ کوئی بیٹھنے نہ پائے"

لوگ اندر آنا شروع ہوئے۔ جب وہ سلام کرکے باہر جاتے تو آپس میں کہتے "کون کہتا ہے خلیفہ مر رہے ہیں؟ وہ تو نہایت تر و تازہ اور تندرست ہیں!"

جب سب لوگ چلے گئے تو امیر معاویہ نے یہ شعر پڑھا:

وتجلدی للشامتین اریھم انی لریب الدھر لا اتضعضع

شماتت کرنے والوں کے سامنے اپنی کمزوری ظاہر ہونے نہیں دیتا میں اُنھیں ہمیشہ یہی دکھاتا ہوں کہ زمانہ کی مصائب مجھے مغلوب نہیں کرسکتیں۔ (طبری ج ۶)

دُنیا کی بے ثباتی

دورانِ علالت میں قریش کی ایک جماعت، عیادت کو آئی۔ امیر معاویہ نے اس کے سامنے دُنیا کی بے ثباتی کا نقشہ ان لفظوں میں کھینچا: "دنیا! آہ دنیا، اس کے سوا کچھ نہیں جسے ہم اچھی طرح دیکھ چکے ہیں اور جس کا خوب تجربہ کرچکے ہیں۔ خدا کی قسم، ہم اپنی جوانی کے عالم میں دُنیا کی بہار کی طرف دوڑے، اور اُس کے سب مزے لُوٹے مگر ہمنے دیکھ لیا کہ دنیا نے جلد پلٹا کھایا۔ بالکل کایا پلٹ کردی۔ ایک ایک کرکے تمام گرہیں کھول ڈالیں۔ پھر کیا ہوا؟ دُنیا نے ہم سے بیوفائی کی۔ ہماری جوانی چھین لی۔ ہمیں بوڑھا بنادیا۔ آہ، یہ دُنیا کتنی خراب جگہ ہے؟ یہ دُنیا کیسا بُرا مقام ہے؟"

(احیاء علوم الدین جلد ۴)

آخری خطبہ

امیر معاویہ نے اپنی بیماری میں آخری خطبہ یہ دیا:

"اے لوگو! میں اُس کھیتی کی بالی ہوں جو کٹ چکی ہے۔ مجھے تم پر حکومت ملی تھی۔ میرے بعد جتنے حاکم آئیں گے، مجھ سے بُرے ہونگے ٹھیک اُسی طرح، جیسے اگلے حکام مجھ سے اچھے تھے۔

(احیاء ج ۴)

حسرت

جب وقت آخر ہوا تو کہا، مجھے بٹھادو۔ چنانچہ بٹھادیئے گئے۔ دیر تک ذکر الٰہی میں مصروف رہے۔ پھر رونے لگے اور کہا:

"معاویہ! اپنے رب کو اب یاد کرتا ہے جبکہ بڑھاپے نے کسی کام کا نہیں رکھا اور جسم کی چولیں ڈھیلی ہوگئیں۔ اُسوقت کیوں نہ یہ خیال آیا جب شباب کی ڈالی تر و تازہ اور ہری بھری تھی؟

پھر چلاکر روئے اور دعا کی:

"اے رب! سخت دل، گنہگار بوڑھے پر رحم کر! الٰہی! اُس کی ٹھوکریں معاف کردے! اُس کے گناہ بخش دے! اپنے وسیع حلم کو اُس شخص کے شامل حال کر جسنے تیرے سوا کسی سے اُمید نہیں کی، تیرے سوا کسی پر بھروسہ نہیں کیا!"

(احیاء ج ۴)

بیٹیوں سے خطاب

تیمارداری اُن کی دونوں لڑکیاں کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ انہیں کروٹ بدلانے لگیں تو اُنھیں بغور دیکھ کر کہا: تم ایک ڈانوان ڈول وجود کو کروٹیں بدلوا رہی ہو۔ اُسنے دُنیا بھر کے خزانے جمع کرلئے لیکن کاش وہ دوزخ میں نہ ڈالا جائے۔ پھر یہ شعر پڑھا:

لقد سعیت لکم من سعی ذی نصب وقد کفیتکم التطواف والرحلا

میں نے تمہارے لئے بہت سخت محنت سے کوشش کی اور تمھیں دَر بدر ٹھوکریں، کھانے سے بے پرواہ کردیا۔ (طبری)

اپنی فیاضی کی یاد

وفات سے کچھ پہلے اشہب بن رمیلہ کے یہ شعر پڑھے جو اُسنے قباع کی مدح میں کہے تھے:

اذا مت، مات الجود وانقطع الندی من الناس الا من قلیل مصرد

تیری مَوت کے ساتھ سخاوت اور فیاضی بھی مرجائیگی۔

وردت اکف السائلین وامسکوا من الدین والدنیا بخلف مجدد

سائلوں کے ہاتھ لوٹادیئے جائینگے اور دین اور دُنیا کی محرومیاں اُن کے انتظار میں ہوں گی۔

یہ سُن کر اُن کی لڑکیاں چلا اُٹھیں "ہرگز نہیں، امیرالمومنین! خدا آپ کو سلامت رکھے!"

اُنھوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ صرف یہ شعر پڑھ دیا:

واذا المنیۃ انشبت اظفارھا الفیت کل تمیمۃ لا تنفع

جب مَوت اپنے ناخن گاڑدیتی ہے تو کوئی تعویذ بھی نفع نہیں پہنچاتا۔

نصیحت

پھر بیہوش ہوگئے۔ تھوڑی دیر بعد آنکھ کھولی اور اپنے عزیزوں کو پاس دیکھ کر کہا:

"اللہ عز و جل سے ڈرتے رہنا۔ کیونکہ جو ڈرتا ہے، خدا اُس کی حفاظت کرتا ہے۔ اُس شخص کے لئے کوئی پناہ نہیں جو خدا سے بے خوف ہے"

(طبری)

یزید کی آمد

امیر معاویہؓ کی نازک حالت سے، قاصد کے ذریعہ، ولی عہد (یزید) کو مطلع کیا گیا۔ وہ فوراً روانہ ہوا۔ پہنچتے پہنچتے حالت اور بھی اَبتر ہو چکی تھی۔ یزید جب پہونچا تو سکرات مَوت کی حالت شروع ہوچکی تھی اسنے باپ کو پکارا مگر وہ بول نہ سکے۔ یزید رونے لگا اور یہ شعر پڑھے:

لو عاش حی علی الدنیا لعاش اما م الناس لا عاجز و لا وکل

اگر کوئی آدمی بھی دنیا میں ہمیشہ زندہ رہتا تو بلاشک آدمیوں کا امام زندہ رہتا، وہ نہ عاجز ہے، نہ کمزور ہے۔

الحول القلب والاریب ولن یدفع وقت المنیۃ الحیل

وہ بڑا ہی عاقل و مدبر و فہیم ہے۔ لیکن مَوت کے وقت کوئی تدبیر بھی کام نہیں آتی۔

یزید سے خطاب

معاویہ نے یہ سُنکر آنکھیں کھول دیں اور کہا:

"اے فرزند! مجھے جس بات پر خدا سے سب سے زیادہ خوف ہے، وہ تجھ سے میرا برتاؤ ہے۔ جان پدر! ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلعم کے ساتھ سفر میں تھا۔ جب آپ ضروریات سے فارغ ہوتے یا وضو کرتے تو میں دست مبارک پر پانی ڈالتا۔ آپنے میرا کُرتا دیکھا وہ مونڈھے پر سے پھٹ گیا تھا۔ فرمایا "معاویہ! تجھے کرتا پہنا دوں؟" میں نے عرض کیا "میں آپ پر قربان! ضرور" چنانچہ آپنے کرتا عنایت کردیا مگر میں نے ایک مرتبہ سے زیادہ نہیں پہنا۔ وہ اب تک میرے پاس موجود ہے۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بال ترشوائے۔ میں نے تھوڑے سے بال اور کترے ہوئے ناخن اُٹھالئے تھے۔ وہ بھی آجتک میرے پاس شیشی میں رکھے ہیں۔ دیکھ، جب مرجاؤں تو غسل کے بعد یہ بال اور ناخن میری آنکھوں کے حلقوں اور نتھنوں میں رکھ دینا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کُرتا بچھا کر مجھے اُسپر لٹانا اور کفن پہنانا۔ اگر مجھے کسی چیز سے نفع پہنچ سکتا ہے تو وہ یہی ہے"

(استیعاب ۔ عقد الفرید)

سکرات مَوت

سکرات کے عالم میں یہ شعر زبان پر جاری تھا:

فھل من خالد اما ھلکنا وھل بالموت یا للناس عار

اگر ہم مرجائینگے تو کیا کوئی بھی ہمیشہ زندہ رہیگا۔ کیا موت کسی کے لئے کوئی عیب ہی؟

(استیعاب)

وفات

عین وفات کے وقت یہ شعر پڑھے:

الا لیتنی لم اغن فی الملک ساعۃ ۔ ولم اک فی اللذات اعشی النواظر

کاش میں نے کبھی سلطنت نہ کی ہوتی! کاش لذتیں حاصل کرنے میں میں اندھا نہ ہوتا!

وکنت کذی طمرین عاش ببلغۃ ۔ لیالی حتی زار ضنک المقابر

کاش میں اُس فقیر کی طرح ہوتا جو تھوڑے پر زندہ رہتا ہی!

(عقد الفرید)

یزید کا مرثیہ

یزید نے مرثیہ کے یہ شعر کہے تھے:

جاء البرید بقرطاس یخب بہ ۔ فاوجس القلب من قرطاسہ فزعا

قاصد خط لئے دوڑا ہوا آیا، تو قلب خوف زدہ ہوگیا۔

قلنا لک الویل ماذا فی کتابکم ۔ قالوا الخلیفۃ امسی مثبتا وجعا

ہم نے کہا تیری ہلاکت! خط میں کیا ہی؟ کہنے لگا خلیفہ سخت بیماری اور تکلیف میں ہی۔

فمادت الارض او کادت تمید بنا ۔ کأن اغبر من ارکانہا انقلعا

قریب تھا زمین ہمیں لیکر جھک جائے۔ گویا اُس کا کوئی ستون اکھڑ گیا ہی

اودی ابن ہند واودی المجد یتبعہ ۔ کانا جمیعا فظلا یسریان معا

ہند کا لڑکا (معاویہ) مرگیا اور عزت بھی مرگئی۔ دونوں ہمیشہ ساتھ رہتے تھے اب بھی دونوں ساتھ چلے جارہے ہیں۔

لا یرفع الناس ما اوہی وان جہدوا ۔ ان یرفعوہ ولا یوہون ما رفعا

جو گررہا ہے اُسے آدمی لاکھ کوشش کریں اُٹھا نہیں سکتے اور جو اُٹھ رہا ہے اُسے لاکھ چاہیں گرا نہیں سکتے۔

اغر ابلج یستسقی الغمام بہ ۔ لو قارع الناس عن احلامہم قرعا

مبارک و خوبصورت جس کے واسطے سے باران رحمت طلب کیا جاتا ہی۔ اگر لوگوں کی عقلوں کا امتحان ہو تو وہ سب پر بازی لے جائیگا۔

(استیعاب۔ طبری)

یزید کا خطبہ

تین دن یزید گھر سے نہیں نکلا۔ پھر مسجد میں آیا اور حسب ذیل خطبہ دیا:

"تمام ستائش اُس خدا کے لئے ہی جو اپنی مشیت کے مطابق عمل کرتا ہے۔ جسے چاہتا ہی، دیتا ہے۔ جسے چاہتا ہی محروم کردیتا ہی کسی کو عزت دیتا ہی، کسی کو ذلت دیتا ہی۔ لوگو! معاویہ، خدا کی رسیوں میں سے ایک رسی تھا۔ جب تک خدا نے چاہا اُسے دراز کیا پھر اُسے اپنی مشیت سے کاٹ ڈالا۔ معاویہ اپنے پیش رووں سے کمتر اور بعد والوں سے بہتر تھا۔ میں اُسے پاک ثابت کرنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ اب وہ اپنے رب کے پاس پہنچ گیا ہی۔ اگر اُس سے درگزر کرے تو یہ اُس کی رحمت ہی اگر اُسے عذاب دے تو یہ اُس کے گناہ کا عذاب ہوگا۔ میں اُس کے بعد برسر حکومت آیا ہوں۔ نہ سرکش ہوں نہ کمزور ہوں۔ جلد بازی نہ کرو۔ اگر خدا کوئی بات ناپسند کرتا ہی، بدل ڈالتا ہی۔ اگر پسند کرتا ہی تو آسان کردیتا ہی"

برید شرق

مکتوب آستانہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

ایشیائے کوچک اور یورپ کا اتصال۔ ٹرکی میں اشاعت اسلام۔ ۲۳ جولائی کی عید۔ ترکی موسیقی یا مغربی موسیقی؟۔ غازی مصطفےٰ کمال کا سفر آدرنہ۔ درہ دانیال کی قلعہ بندی

ایشیا اور یورپ کا اتصال

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا سفر آستانہ، محض تفریح کے لئے نہ تھا بلکہ وہ برابر اہم مسائل کے حل میں مصروف رہی۔ ایک ضروری مسئلہ یہ بھی تھا کہ یورپین ٹرکی کو ایشیائے کوچک سے متصل کردیا جائے۔ چنانچہ اس بارے میں دو تجویزیں زیر غور ہیں۔ ایک یہ کہ باسفورس پر ایک عظیم معلق پل تعمیر کیا جائے۔ یہ پل اُسی طرح کا ہوگا جیسا بروکلین کا پل ہی، جو اس جزیرے کو نیویارک سے متصل کرتا ہی۔ دوسری تجویز یہ ہی کہ باسفورس کے نیچے سرنگ کھودی جائے اور اُس میں تحتی ریلوے جاری ہو۔ مبصرین کا رجحان اسی آخری تجویز کی طرف ہی۔ ترکی میزانیہ میں اس غرض کے لئے ایک رقم موجود ہی۔ مگر وہ ناکافی ہے۔ خیال کیا جاتا ہی کسی جرمن کمپنی کو اس کا ٹھیکہ دیا جائے گا۔ جب یہ پل یا زمین دوز ریل جاری ہوجائے گی تو ایشیائے کوچک سے یورپین ٹرکی بالکل متصل ہوجائے گا اور نقل و حرکت میں بڑی سہولت ہوجائے گی۔

ٹرکی میں اشاعت اسلام

ادہر کچھ مدت سے اُن لوگوں کے لئے دقتیں پیش آرہی تھیں، جو دین اسلام قبول کرنا چاہتے تھے، کیونکہ جدید قانون مدنی کے اعلان کے بعد وہ قواعد منسوخ ہوگئے ہیں جو اس بارے میں پہلے جاری تھے۔ پہلے دستور یہ تھا کہ جب کوئی غیر مسلم اسلام قبول کرنا چاہتا تھا تو حاکم کے سامنے درخواست پیش کرتا تھا۔ حاکم اُس کے اصلی دین کے پیشوا کو طلب کرتا، اور پیشوائے دین اپنے اس ہم مذہب کو جس قدر سمجھا بجھا سکتا تھا، سمجھاتا بجھاتا۔ اگر وہ اُس کی نصیحت قبول کرلیتا، تو اپنے سابق دین پر برقرار رہتا۔ ورنہ مسلمان قاضی کو بلایا جاتا اور وہ آتے ہی کلمۂ اسلام کی تلقین کرکے مسلمان بنالیتا۔

لیکن اب جدید قانون نے یہ سب رسمیں موقوف کردی ہیں۔ اب اسلام لانے کے لئے صرف اس قدر کرنا پڑتا ہی کہ مفتی کے سامنے اپنی درخواست پیش کردیتا ہی اور وہ اسلام کے اصول و تعلیمات واضح کرکے اُسے مسلمان بنالیتا ہی۔

یہاں کے اخبارات کا بیان ہی کہ نو مسلموں کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی ہی۔

۲۳ جولائی کی عید

تمام ترکی قوم نے ۲۳ جولائی کو بڑے جوش و خروش سے عید منائی۔ یہ عید دراصل اُس تاریخی دن کی یادگار ہی جبکہ قوم نے صدیوں کی مطلق العنان حکومت کو "دستور" یا "مشروطیت" (کانسٹیٹیوشنلزم) پر مجبور کیا تھا۔ یہ واقعہ ۲۳ جولائی ۱۹۰۸ء میں پیش آیا تھا۔ اگرچہ اب اعلان جمہوریت کے بعد یہ دستور بھی منسوخ ہوگیا ہی، لیکن چونکہ یہ دن، دور جدید کا سنگ بنیاد ہی، اس لئے ترکی قوم اب تک اُسے ایک قومی و وطنی عید کی طرح مناتی ہی۔

ترکی موسیقی یا مغربی موسیقی؟

یہاں ایک مدت سے یہ بحث چھڑی ہوئی تھی کہ ترکی موسیقی باقی رہی یا اُس کی جگہ مغربی موسیقی قبول کرلی جائے؟ یورپین موسیقی کے حامی کہتے تھے کہ ترکی موسیقی، ناقص ہی۔ اتنی ناقص کہ ۵ آدمی بھی ایک ساتھ ہوکر کوئی راگ پوری طرح ادا نہیں کرسکتے۔ ترکی موسیقی کے حامی کہتے تھے کہ بلاشبہ ترکی موسیقی میں ترقی کی بہت گنجائش ہی مگر وہ ناقص نہیں ہی۔ اس بحث نے بالآخر مقابلہ کی صورت اختیار کرلی اور کل ترکی موسیقی کے ۱۲۰ ماہر اپنا فن دکھانے کے لئے جمع ہوئے۔

(آپکے قارئین غالباً اس واقعہ سے واقف ہونگے کہ ایک زمانہ میں ترکی موسیقی ترقی یافتہ موسیقی تھی۔ ترک اس فن کے اُستاد تسلیم کئے جاتے تھے۔ اُنھوں نے اس میں بہت سی ایجادیں کی تھیں اب تک اُن کی بعض ایجادیں مغربی موسیقی میں موجود ہیں۔ یہی باعث ہے کہ وہ اب تک اپنی موسیقی پر ناز کرتے اور اس سے دست بردار ہونے پر طیار نہیں ہیں (یورپ کے مورخین نے اعتراف کیا ہی کہ موجودہ قسم کا فوجی باجہ اور فوجی راگ سب سے پہلے ترکوں ہی نے ایجاد کیا۔ الہلال)

چنانچہ کل کے یادگار جلسے میں بے شمار مخلوق جمع تھی۔ جلسہ کا افتتاح، موسیقی کے مشہور پروفیسر رؤوف یکتا بک نے اپنی تقریر سے کیا۔ اُنھوں نے کہا:

"ترکی موسیقی کو یورپین موسیقی پر نمایاں امتیاز حاصل ہی لیکن چونکہ ہمارے مخالف اس فن شریف سے بے بہرہ ہیں اس لئے میں فنی دلائل کی جگہ شہرۂ آفاق فرانسیسی ماہر فن، مسیو سائنس کا قول پیش کرتا ہوں۔ اس اُستاد نے لکھا ہی "جس موسیقی کو ہم حقارت کے ساتھ مشرقی موسیقی کہتے ہیں، وہ مغربی موسیقی سے بہت بلند اور ممتاز ہی!"

اس کے بعد ۱۲۰ ترکی اُستادوں نے اپنے اسلاف مثلاً بکر اولی سید نوح، شیخ ذکائی وغیرہ کے راگ ایک ساتھ گائے، اور اس

خوبی سے ادا کئے کہ سب کو تسلیم کرلینا پڑا کہ ترکی موسیقی، عظیم صلاحیت رکھتی ہے۔

غازی مصطفےٰ کمال کا سفر ادرنہ

مشہور ترکی تاریخی شہر ادرنہ کے ایک وفد نے آکر غازی مصطفےٰ کمال پاشا کو اپنے شہر میں آنے کی دعوت دی۔ موصوف نے دعوت منظور کرلی۔ خیال کیا جاتا ہے اس سلسلہ میں وہ تھریس کے اہم شہروں کا بھی معائنہ کریں گے۔

درۂ دانیال کی قلعہ بندی

اخبارات کا بیان ہے کہ مصطفےٰ کمال پاشا نے آستانہ میں پہنچ کر جنگی اور ملکی افسروں اور ماہروں کے ساتھ اُن تدابیر پر بھی غور کیا ہے جن سے مستقبل میں قسطنطنیہ کی حفاظت بھی ہوجائے اور وہ آزاد تجارتی بندرگاہ بھی باقی رہے۔ چنانچہ طے پایا ہے کہ امریکہ سے ایک قرض حاصل کیا جائے اور اس روپیہ سے درۂ دانیال، اور باسفورس کی پورے طور پر قلعہ بندی کردی جائے۔ ناظرین کو معلوم ہے کہ معاہدۂ لوزان میں اس بارے میں بعض پابندیاں موجود ہیں۔ مگر اب بظاہر ترک اُن پابندیوں کی پرواہ کرنا نہیں چاہتے۔

اطلاع ضروری

الہلال میں لاہور کی "الہلال بک ایجنسی" کا اشتہار شائع ہو رہا ہے۔ اور اُس کا پتہ صاف درج ہے لیکن بعض حضرات صرف الہلال کا نام دیکھ کر درخواست الہلال کے دفتر میں بھیجدیتے ہیں اور بلا ضرورت خط و کتابت کرنی پڑتی ہے۔

اس "الہلال بک ایجنسی" سے رسالہ الہلال کلکتہ کو کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ لاہور کی ایک بک ایجنسی ہے۔ اور اسی کا پورا پتہ اُس کے اشتہار کے نیچے درج ہے۔

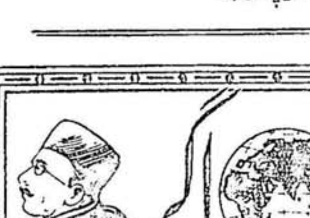

آپ تمام دنیا دو قدم آگے رہنا چاہیں تو
انتخاب لاجواب لاہور
کا مطالعہ کریں اس کے مستقل خریداروں کو چھ سو صفحوں کی انعامی کتابیں مفت دی جاتی ہیں انعامی کتابوں کی فہرست
اور نمونہ کا رسالہ دو آنہ کے ٹکٹ بھیجکر طلب کریں
مینیجر انتخاب لاجواب لاہور

مکتوب حجاز

اصلاح و ترقی کا اعلان اور عالم امید و بیم!

ذیل میں ہم اپنے مقالہ نگار مقیم جدہ کا مکتوب ترجمہ و اختصار کے بعد درج کرتے ہیں۔ انھوں نے وعدہ کیا ہے کہ آئندہ مسلسل مقالات بھیجتے رہیں گے۔ مقالہ نگار نے جس احتیاط اور اعتدال نظر کے ساتھ حالاتِ حجاز پر نظر ڈالی ہے، ہم اُس کا اعتراف کرتے ہیں، مگر ہمیں خوف ہے کہ بحالت موجودہ اُنھوں نے حکومت کی بیان کردہ "اصلاحات" سے جو امیدیں قائم کی ہیں وہ قبل از وقت ثابت ہوں گی اس راہ میں سب سے پہلی چیز اہل، کارداں، اور مخلص کارکنوں کا وجود ہے، اور جہاں تک ہماری معلومات ہیں، ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ حکومت حجاز اُن سے یکقلم تہی دست ہے۔ خود مقالہ نگار بھی اس کا اعتراف کرتے ہیں۔

ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا

امید و بیم

حجاز کی موجودہ حالت، ہر اعتبار سے، امید و بیم کے متضاد اثرات کی ایک مرکب تصویر ہے!

ایک طرف امید کی شعاعیں چمکنا شروع ہوگئی ہیں تاکہ صدیوں کی تاریکی کا مقابلہ کریں۔ دوسری طرف مایوسی کی ظلمت اتنی شدید و وسیع ہے کہ نہیں کہا جاسکتا مستقبل قریب میں ہمیں روشنی کی تابناکی کا انتظار کرنا چاہئے، یا ظلمت کے احاطہ در فتح مندی کا؟

ایک طرف سلطان ابن سعود کی شخصیت اور اُس کی سطوت و طاقت کا ظہور ہے جسنے تھوڑے ہی عرصہ کے اندر ملک میں امن قائم کردیا، تمام سرکش جماعتیں قابو میں آگئیں، نظم و اصلاح کے لئے زمین طیار ہوگئی، اور اگر حکومت کے مزاج میں صلاحیت اور اعضاءِ حکومت میں کاردانی ہو، تو بہت جلد سرزمین حجاز کا ایک نیا دور شروع ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی دوسری طرف نظر اُٹھائیے تو حکومت کا مزاج غیر صالح، کارداں اشخاص تقریبًا ناپید، اصحاب اغراض کا ہر طرف سے ہجوم، مخلص و مغرض میں امتیاز مسدود، اور اہل و غیر اہل کے لئے کوئی معیار نہیں ہے۔ سلطان صحرا سے نکلکر حجاز آگئے ہیں اور آتے ہی ایک منظم و متمدن حکومت کی از سر نو تخلیق کی مہم پیش آگئی ہے۔ ارادے پیدا ہو سکتے ہیں، مگر وجود میں نہیں آسکتے۔ ہمت اُٹھتی ہے، مگر قدم نہیں اُٹھا سکتی۔ کام اہم اور مشکلات سے لبریز ہے۔ ضرورت صلاحیت، صبر، استقامت، اور انتظار کی ہے، لیکن اوپر سے لے کر نیچے تک ہر وجود نفع عاجل کا شیفتہ ہے، اور اس لئے کوئی صحیح اور دقیع قدم اُٹھ نہیں سکتا۔

اصلاحات کا اعلان

لیکن حال میں مجلس شوریٰ کے قیام اور بعض ارکان حکومت کے تغیر و تبدل سے طلبگاران اصلاح کو جو نئی اُمیدیں دلائی گئی ہیں، وہ ضرور قابل توجہ ہیں، اور ضروری ہے کہ اُن کا اعتراف کیا جائے۔ ممکن ہے کہ اُن کی موجودہ صورت و حالت آپکی نظروں میں زیادہ وقعت حاصل نہ کرسکے، لیکن اہل حجاز کے لئے جو صدیوں سے "اصلاح" اور "قانون و ادارہ" کے معانی سے ناآشنا ہوچکے ہیں، یہ یقینًا ایک اُمید افزا اقدام ہے۔

سلطان کی تقریریں

مجلس شوریٰ کے افتتاح کے لئے "جیاد" میں ایک شاندار جلسہ ہوا تھا۔ سلطان نے اس موقعہ پر دو تقریریں کیں: ایک عام حاضرین کو مخاطب کرکے۔ دوسری مجلس شوریٰ کے ممبروں کے سامنے۔ پہلی تقریر کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"میں مکہ کے باشندوں کو اس اجتماع کا مقصد بتانا چاہتا ہوں۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ یہاں کے باشندے ہم سے (یعنے اہل نجد سے) زیادہ سے زیادہ اختلاط رکھیں اور زیادہ سے زیادہ میل جول بڑھائیں۔ اس اختلاط کے فوائد بے شمار ہیں۔ یہی فائدہ کیا کم ہے کہ ہم میں باہم محبت و اخوت مستحکم ہوگی اور اُن سازشیوں کی تمام کوششیں رائیگاں جائیں گی جو ہمارے تعلقات خراب کرنے کے لئے ہر وقت مستعد رہتے ہیں۔

"راعی اور رعیت کی دوری اور بے تعلقی، خودغرضوں کے لئے میدان کشادہ کردیتی ہے۔ وہ بڑی آسانی سے حق کو باطل اور باطل کو حق کی صورت میں پیش کرنے کا موقعہ پا جاتے ہیں۔ اگر راعی اور رعیت میں نزدیکی نہیں ہے تو ظاہر ہے، ہر خودغرض جب چاہے، حکام کو گمراہ کردے سکتا ہے۔ حاکم ہرگز حقیقت حال سے واقف نہیں ہوسکتا اور بلا قصد رعایا کے لئے مصیبت پیدا کردے سکتا ہے۔ لیکن اگر حاکم و محکوم میں تعارف و تقارب کے رشتے موجود ہوں، تو خودغرض لوگ حکام کو دھوکا دینے سے ڈرینگے۔ مبادا اُن کی بدنیتی اور دروغگوئی طشت از بام ہوجائے"

"آج کے اجتماع سے یہی غرض ہے کہ ہمارے اور باشندوں کے درمیان زیادہ سے زیادہ قربت و اختلاط قائم ہوجائے۔ ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہمارے اور عام مخلوق کے درمیان ہرگز کوئی پردہ نہیں ہے۔ ہمارے محل کا دروازہ ہمیشہ ہر انسان کے لئے کھلا ہوا ہے۔ نیز ہم بحمد اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے تمام عہدہ داروں کو رعایا سے حسن سلوک کی وصیت کرتے رہتے ہیں"

"بلاشبہ، عام مخلوق سے دوری، نفس و جسم کے لئے آرام و راحت کا موجب ہے۔ لیکن دین اور شرافت کا تقاضہ اس سے منع کرتا ہے۔ دین، مخلوق سے دوری کی اجازت نہیں دیتا۔ شرافت، مخلوق سے بے پرواہی روا نہیں رکھتی۔ کیونکہ اختلاط اور تعارف میں ہزاروں مصلحتیں اور نیکیاں ہیں۔ یقین کرو ہم اپنی پوری قوت سے اصلاح حال کی کوشش کر رہے ہیں۔ سال رواں میں انشاء اللہ ہم بہت سی نئی اصلاحات بھی جاری کرینگے۔ ہماری نظر کے سامنے ہر لحظہ یہ فرمان ربانی موجود ہے "قل اعملوا فسیری اللہ عملکم" (عمل کرو، خدا تمھارا عمل دیکھے گا) ابن آدم اگر نیکی کرتا ہے، تو اپنے فرض سے سبکدوش ہوجاتا ہے۔ نتائج و ثمرات کی بخشش صرف اللہ ہی کے ہاتھ ہے!"

"یہ بالکل یقینی ہے کہ حکام کی درستگی، رعایا کی درستگی ہے۔ بنا بریں ہمارا فرض ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہمیشہ اُس خیر و صلاح کی جستجو میں لگے رہیں جس سے ایک طرف مسلمانوں کی درستگی ہو، دوسری طرف ہمیں خدا کی رضامندی حاصل ہو"

"ہم نے بعض عہدے دار معزول کردئے ہیں۔ یہ اس لئے نہیں کہ اُنھوں نے کوئی خطا کی تھی، بلکہ اس لئے کہ اُن سے بہتر آدمی مل گئے تھے۔ میں معزول عہدے داروں کا شکرگزار ہوں کہ اُنھوں نے اپنے فرائض ایمانداری سے انجام دئے تھے"

"ہم نے آپ ہی کے آدمیوں کی ایک مجلس بنادی ہے کہ حکومت کے مختلف انتظامی محکموں کی دیکھ بھال کریں، اُنکے نظام پر نظر ڈالیں ہم نے تمامتر ذمہ داری اس مجلس کے کاندھوں پر ڈال دی ہے کیونکہ اہل مکہ اپنے مصالح ہم سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ ہمیں اُمید ہے کہ یہ مجلس اپنے فرائض، بحسن و خوبی انجام دے گی۔

"ہم نے مجلس شوریٰ کے معاملہ پر خوب غور کیا۔ چونکہ یہ مجلس ازحد اہم اور باشندوں کے لئے غائت درجہ ضروری و مفید ہے اس لئے

ہم نے یہی مناسب سمجھا کہ اُس کے ارکان کا انتخاب، تمام باشندوں کی طرف سے ہو۔ لیکن وقت کی تنگی اور باشندوں کے اشغال کی کثرت مانع آئی۔ مجبوراً ہمنے یہ کیا کہ ہر ہر محلے سے معزز آدمیوں کی ایک ایک جماعت طلب کی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ صرف یہی لوگ معزز اور نیک ہیں۔ کیونکہ تمام مسلمان، جسم واحد کی مانند ہیں۔ ہمنے تمھیں اسی غرض سے طلب کیا ہو کہ جدید مجلس شوریٰ کے لئے ارکان کا انتخاب کرو۔ انسان پر فرض ہو کہ ایسے معاملات میں اپنے قلب کا فرمانبردار نہ بنے، کیونکہ قلب ہمیشہ ہوا و ہوس کی طرف مائل ہوجاتا ہو۔ تمھیں عقل و تدبر سے کام لینا چاہئے اور تجربہ کار اور قابل لوگوں کو منتخب کرنا چاہئے۔ کیونکہ اگر یہ مجلس صحیح بنیادوں پر قائم ہوجائے گی تو ملک اُس سے بڑے بڑے فوائد حاصل کرسکے گا۔ تم وہی لوگ منتخب کرو جنھیں مخلص اور باشندوں کے حقوق کی حفاظت کرنے والا یقین کرتے ہو۔ یہ اس لئے کہ حکومت تو اپنے حقوق کسی نہ کسی طرح حاصل ہی کرلیتی ہو۔ لیکن باشندوں کے حقوق تلف ہوسکتے ہیں۔ لہٰذا ایسے لوگوں کا انتخاب ہونا چاہئے جو تمھارے حقوق کے تحفظ کی قابلیت و جرأت رکھتے ہوں۔ یہ لوگ تمھارے نمائندے اور وکیل ہونگے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

سُلطان کی دوسری تقریر

سُلطان نے دوسری تقریر مجلس شوریٰ کے ارکان کے سامنے کی۔ اُس کا خلاصہ حسب ذیل ہو:

"حضرات ارکان مجلس! میں آپ کو سلام کرتا اور اُس اعتماد پر آپکو مبارکباد دیتا ہوں جس کا آپکے ابنائے ملک نے آپ کو اہل سمجھا اور آپ کو اس مجلس کے لئے منتخب کیا۔ مجلس شوریٰ درحقیقت اُن بنیادوں میں سے ایک بنیاد ہو جن پر قانونی حکومتیں قائم ہوا کرتی ہیں۔ یہی وہ شوریٰ ہو جو اللہ تعالیٰ کے اس قول میں وارد ہو" وامرہم شوریٰ بینہم" میں یہ دیکھ کر نہایت مسرور ہوں کہ آپ اس مجلس میں شریک ہوکر ملک کی خدمت اور حدود شرعیہ کے قیام و حفاظت کی کوششوں میں حکومت کا ہاتھ بٹانے آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری گردن پر ایک بڑی امانت رکھ دی ہو۔ ہم اس بوجھ کے اُٹھانے میں اپنے تئیں اہل فضل و حمیت کی امداد و اعانت کا محتاج پاتے ہیں۔ یہی سبب ہو کہ ہم نے شہر کے رؤسا و اکابر کو اس مجلس کے لئے دعوت دی اور اُنھوں نے آپ کو اپنے اعتماد کا اہل سمجھکر منتخب کرلیا۔ اب ہم نے اپنی ذمہ داری اُٹھاکر آپکے کاندھوں پر رکھ دی ہو۔ میں بصد عجز و زاری اللہ بزرگ و برتر سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو ملک اور اہل ملک کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آپ اپنے فرائض کی انجام دہی کے اثنا میں دیکھ لیں گے کہ حکومت اصلاحات کے جاری کرنے میں پوری طرح سنجیدہ اور مستعد ہو۔ یقیناً آپنے اس کا آغاز اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی لیا ہوگا۔ ہمنے تفتیش و اصلاح کی ایک علحدہ مجلس بنا دی ہو جس کا کام یہ ہے کہ حکومت کے تمام محکموں کی جانچ کرے، اور اُن صورتوں پر غور کرے جن سے اُن کی اصلاح و درستگی ہوسکتی ہو۔ یہ کمیٹی اپنے عمل کا ایک مرحلہ طے کرچکی ہو، لیکن ابھی اُسے بہت کچھ کرنا باقی ہو۔

عنقریب آپکی مجلس میں بڑی بڑی تجویزیں پیش ہوں گی۔ حکومت کے محکموں کے میزانیہ بھی پیش ہونگے۔ آپ اُن پر غور کرینگے اور اپنے فیصلے صادر کریں گے۔ ملک کو سب سے زیادہ ضرورت پانی کی ہو۔ آپکے سامنے جدید قسم کے کنوئیں کھودنے کی تجویز آئے گی۔ اسی طرح اور بہت سے مفید کام آپ کو کرنا ہونگے۔ مثلاً جدہ اور مکہ کے مابین موٹر سروس کا اجرا، مکہ کی بعض سڑکوں کی توسیع، ڈاک اور تار کے صیغہ کی اصلاح۔ اس محکمہ نے وہ تمام طیاریاں مکمل کرلی ہیں جو بین الاقوامی ڈاکخانوں کے ضمن میں شامل ہونے کے بعد اُسے عمل میں لانی ہیں۔

نیز تعلیم کی اشاعت کا مسئلہ بھی بہت اہم ہو۔ آپکو اس پر غور کرنا اور تمام ملک کے لئے ایک ہی تعلیمی لائحہ (پروگرام) بنانا ہو۔ حکومت چاہتی ہو تعلیم تمام ملک میں عام ہوجائے۔ کوئی قریہ بلکہ کوئی قبیلہ بھی اس سے محروم نہ رہنے پائے۔ نیز حفظان صحت، حجاج کے آرام و راحت، مطوفون کی تنظیم، اور اسی طرح کے تمام اہم کام آپکے سامنے ہیں اور آپکی توجہ کے منتظر ہیں۔ آخر میں اس مجلس کے افتتاح کا اعلان کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے التجا کرتا ہوں کہ ہمارے تمام کاموں کو کامیاب کرے۔ والسلام علیکم"

مجلس شوریٰ کا نظام

مجلس شوریٰ کا نظام بالاختصار حسب ذیل ہو:

دفعہ (۱) یہ مجلس ۸ ارکان سے مرکب ہوگی۔

دفعہ (۲) مجلس شوریٰ کا صدر نائب السلطنت ہوگا۔

دفعہ (۳) ارکان مجلس کا انتخاب حسب ذیل اصول پر ہوگا:

(۱) ۴ رکن، اہل فضل و تجربہ کے مشورے سے منتخب ہونگے۔

(۲) باقی ۴ رکن حکومت اپنی رائے سے نامزد کرے گی۔ ان میں دو رکن نجدی ہونگے۔

دفعہ (۴) مجلس شوریٰ کی رکنیت کی مدت دو سال ہوگی۔ لیکن نصف ارکان ہر سال بدلجایا کرینگے (عام اس سے کہ منتخب ہوں یا نامزد کئے ہوئے) پُرانے ارکان کا دوبارہ انتخاب بھی ہوسکتا ہو۔

دفعہ (۵) مجلس شوریٰ کے رکن بننے کے لئے حسب ذیل شرطیں ہیں:

(الف) اسکی عمر ۲۵ سال سے کم نہ ہو۔

(ب) تجربہ کار اور معاملات کا سمجھنے والا ہو۔

(ج) سزا یافتہ اور دیوالیہ نہ ہو۔

(د) نیک چلن ہو۔

دفعہ (۶) حسب ذیل امور مجلس شوریٰ کے سامنے حکومت کی جانب سے پیش ہونگے:

(۱) حکومت کے مختلف محکموں اور بلدیہ (مینو سپلٹی) اور نہر زبیدہ کے میزانیہ (بجٹ)

(۲) اقتصادی و عمرانی لوائح پر عمل کرنے کی اجازت۔

(۳) تجارتی امتیازات اور اقتصادی والی تجاویز۔

(۴) نظارت نافعہ (پبلک ورکس) کے لئے کسی جائداد کی ضبطی۔

(۵) نئے قوانین اور انتظامات۔

(۶) میزانیہ میں اگر سال کے اندر مزید اضافہ کی ضرورت ہو۔

(۷) اگر کسی محکمہ کو ۱۰۰ پونڈ سے زیادہ کسی خرچ کی ضرورت پیش آجائے۔

(۸) اجنبی ملازموں کی تقرری۔

(۹) حکومت کے محکمے اگر کمپنیوں یا تاجروں سے دو سو پونڈ سے زیادہ کی خرید و فروخت کریں۔

دفعہ (۷) مجلس دو قسموں پر تقسیم ہوگی۔ ہر قسم اُن معاملات پر غور و بحث کرے گی جو اُس کا ناظم پیش کریگا۔ پھر دونوں ایک دوسرے کو اپنے فیصلے سے آگاہ کرینگی اور اپنے کاغذات کا مبادلہ کریں گی تاکہ دونوں کو غور و بحث کا موقعہ ملے۔ اس کے بعد مجلس کے کسی عام جلسے میں دونوں کا فیصلہ منظوری کے لئے پیش کیا جائے گا۔

دفعہ (۸) مجلس کا نصاب (کورم) چار ارکان اور صدر کی موجودگی سے پورا ہوجائے گا اور تجویزیں مجلس کی ۲ ثلث اصوات (ووٹ) سے پاس ہوں گی۔

دفعہ (۹) مجلس ہر ہفتہ دو مرتبہ منعقد ہوگی۔ لیکن صدر کی دعوت پر اس سے زیادہ مرتبہ بھی جمع ہوسکتی ہو۔

دفعہ (۱۰) مجلس کو حق ہو کہ قوانین کی تطبیق میں اگر حکومت سے کوئی غلطی واقع ہوجائے، تو اُسے متنبہ کردے۔

دفعہ (۱۱) اگر حکومت کوئی لائحہ پیش کرے جسے مجلس اُسنے رد کردے یا اُسمیں ترمیم ضروری سمجھے، اور حکومت مجلس کا فیصلہ منظور نہ کرے، تو ایسی صورت میں نائب السلطنت کو حق ہوگا کہ لائحہ کو مزید توضیح و تشریح کے ساتھ دوبارہ مجلس کے سامنے پیش کردے۔ اگر مجلس اب بھی اسے منظور نہ کرے، تو پھر آخری فیصلہ خود سلطان المعظم کرینگے۔

مجلس کو حق ہو کہ اپنے صدر کے ذریعہ ہر اُس تجویز کے بارے میں سُلطان سے رجوع کرے جس پر ایک ماہ گزرچکا ہو اور کوئی شاہی حکم جاری نہ ہوا ہو۔

مجلس کے ارکان

مجلس شوریٰ کے لئے حسب ذیل ارکان منتخب ہوئے ہیں:

(۱) شیخ یوسف قطان۔

(۲) شیخ احمد سجی۔

(۳) شیخ صالح شطا۔

(۴) شیخ عبداللہ زوادی۔

(۵) شیخ محمد بن یحیٰی بن عقیل۔

(۶) شیخ عبداللہ ابراہیم جفالی۔

(۷) شیخ عبدالعزیز بن زید۔

(۸) شیخ عبدالوہاب عطار۔

ایک اُمید افزا واقعہ

کچھ مدت ہوئی، بعض اہل مکہ نے سلطان ابن سعود کے پاس بھیجنے کے لئے ایک محضر طیار کیا تھا اور اُس میں محکمۂ حفظان صحت کی شکایتیں لکھی تھیں۔ یہ محضر ایک شخص حسن سلیمان کو دیا گیا، ارسطان تک پہنچادے۔ اُس زمانہ میں نائب السلطنت امیر فیصل مکہ میں موجود نہ تھے۔ اُن کی غیر موجودگی میں اُن کے مشیر خاص شریف حسین عدنان اور شیخ عبدالعزیز عتیقی، حکومت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ اس محضر کا حال ان دونوں کو معلوم ہوا تو انھوں نے شخص مذکور کو طلب کیا اور حکم دیا کہ محضر انکے حوالہ کردے۔ اُسنے انکار کیا۔ اس پر شریف حسن عدنان نے غصہ میں آکر اُسے دو گھنٹہ کے لئے قید کردیا۔

شخص مذکور نے رہا ہوتے ہی حکومت کے ان دونوں بڑے عہدے داروں پر (جو گورنر کے قائم مقام تھے) مقدمہ دائر کردیا۔ نالش میں حسب ذیل الزام لگائے تھے:

(۱) اُنھوں نے سلطان المعظم کی توہین کی کیونکہ وہ محضر لے لینا چاہا جو سلطان کی خدمت میں پیش ہونے والا تھا۔

(۲) اُنھوں نے مدعی کو سلطان تک پہنچنے سے روکنا چاہا۔

(۳) اُنھوں نے بغیر کسی قانونی موجب کے مدعی کو قید کیا۔

(۴) اُنھوں نے سرکاری محکمہ کے خلاف شکایتوں کی تحقیقات نہیں کی۔

سلطان نے دعویٰ مذکور کا کاغذات مجلس تفتیش کے حوالے کردئے اور حسب ذیل دو سوالوں کے جواب طلب کئے:

(۱) کیا مدعا علیہما کو اس کارروائی کا حق تھا جو اُنھوں نے کی؟

(۲) کیا اُنھیں ایسی کارروائیاں کرنے کے لئے چھوڑ دینا چاہئے؟

مجلس تفتیش نے پوری طرح تحقیقات کی، مدعی، مدعا علیہما اور گواہوں کے بیانات سُنے، اور بالآخر سلطان کے سوالوں کے یہ جواب بھیجے:

(۱) اُنھیں اس کارروائی کا ہرگز حق نہ تھا۔

(۲) اُنھیں بغیر سزا کے نہیں چھوڑنا چاہئے۔

نیز مجلس نے یہ قانون بھی بنایا کہ جو عہدہ دار بھی خلاف انصاف و قانون کام کرے گا، یا کسی کے حق پر دست درازی کرے گا، اُسے سرکاری خدمت سے بلا توقف الگ کردیا جائے گا۔

مجلس کا فیصلہ معلوم کرکے سلطان نے دونوں عہدے داروں کو فوراً برخاست کردیا اور مُدعی کے لئے اُنھیں سرکاری خزانہ سے ہرجانہ دلوادیا۔

سیر فی الارض

اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ
(۳۰ : ۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تاثرات

ایک مصری سیاح نجد میں

حال میں ایک مصری سیاح نے نجد کی سیاحت کی ہو۔ اُس کے مشاہدات کا خلاصہ حسبِ ذیل ہو:

صحرائی سفر کا آغاز

صحرا میں سفر کا یہ پہلا اتفاق تھا۔ میں وہاں کے راستوں، سواریوں اور باشندوں کے طرزِ معیشت سے بالکل ناواقف تھا۔ میرے اس سفر کا آغاز، شرق اردن کے پائے تخت، عمان سے ہوا۔ میں نے ایک موٹر کرایہ پر لی اور صحرا میں داخل ہوگیا۔ راستے میں کہیں درخت، گھانس، پانی، اور جاندار مخلوق نظر نہیں آئی۔ ہاں کبھی کبھی اونٹوں کے قافلے چلتے دکھائی دیتے تھے۔ اب سے پہلے یہ راستہ نہایت خطرناک تھا۔ بغیر کافی جنگی قوت کے کسی کا بھی جان و مال محفوظ نہ تھا۔ مگر اب بالکل امن و امان ہو۔ کامل ایک دن کے سفر کے بعد میں "قریات الملح" میں پہنچ گیا۔

قریات الملح

اسی مقام سے سلطان ابن سعود کی سلطنت شروع ہوتی ہو۔ میں نے پہنچتے ہی وہاں کے بعض شیوخ قبائل سے اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ پایۂ تخت نجد، ریاض، جانے کا عزم ہو۔ اُنھوں نے نہایت خوش اخلاقی سے میرا خیر مقدم کیا اور میرے لئے فوراً ۵ اونٹ مہیا کر دئیے۔ ایک میری سواری کے واسطے تھا اور ۴ میرے خدمتگاروں کے لئے۔ یہ خدمتگار بھی انہی شیوخ نے محض اپنی مہربانی سے میری خدمت کے لئے ساتھ کر دئیے تھے۔ اتفاق سے ۵۰ اونٹوں کا ایک اور قافلہ بھی ریاض جا رہا تھا۔ میں بھی اسی میں شامل ہوگیا۔

یہاں یہ سنکر میرے ہوش اُڑ گئے کہ مجھے بہت طول طویل سفر کرنا پڑے گا۔ یعنی قریات الملح سے جوف تک ۹ دن۔ جوف سے حائل تک ۱۰ دن۔ حائل سے بریدہ تک ۸ دن۔ بریدہ سے ریاض تک ۸ دن یعنی پایۂ تخت تک پہنچنے کے لئے مسلسل ۳۵ دن صحرا میں چلنا پڑے گا۔ پھر راستہ میں ۲۵ دن آرام کے لئے مزید چاہئیں۔ گویا پورے دو مہینے اس بیابانی دنیا میں بسر کرنے ہونگے!

"قریات الملح" جہاں سے ہمارا سفر اونٹ پر شروع ہوا، ایک چھوٹا سا گاؤں ہو اور نجد کو شرق اردن سے جدا کرتا ہو۔ یہ جبل الکرد سے ڈیڑھ دن کے فاصلہ پر ہو۔ اس کا حاکم اعلیٰ، ایک نجدی افسر ہے اور احکام شریعت کے بموجب حکومت کرتا ہو۔ اس کی آبادی ۱۰۰۰ سے زیادہ نہیں ہوگی۔ یہاں کی معیشت، گیہوں کی زراعت، نخلستان، اور اونٹوں اور مویشیوں کی پرورش ہو۔ یہاں نمک بھی بنتا ہو، اور صحرائی مسافروں کے ہاتھ اچھی قیمت پر بکتا ہو۔ محصول، زکوۃ کے نام سے وصول کیا جاتا ہو۔ زکوۃ کا نصاب یہ ہو کہ سالانہ ہر ۶ اونٹ پر ۷ مجیدی، ہر ۱۰ اونٹنیوں پر ۱۱۱ قرش مصری (ایک قرش ۲ ۱/ کا ہوتا ہو) ہر سو بکریوں پر دو بکریاں وصول کی جاتی ہیں۔ یہاں جرائم اور فواحش کا نام تک سننے میں نہیں آتا۔ حاکم کو "امیر" کہتے ہیں۔

امیر قریات الملح نے اپنے چبوترے پر (جو اس کی بیٹھک یا دربار عام کی جگہ ہو) میرا استقبال کیا۔ میرے لئے قہوہ حاضر کیا گیا۔ امیر نے بہت اصرار کیا کہ چند دن اُس کا مہمان رہوں۔ مگر مجھے سفر کی جلدی تھی دوسرے دن وہ مجھے اپنے ہمراہ قبیلۂ بنی صخر میں لے گیا۔ یہ قبیلہ اس گاؤں سے ۱۵ کیلومیٹر کے فاصلہ پر پشمی خیموں کے اندر زندگی بسر کرتا ہو۔ اپنی شجاعت، جرأت، اور غارت گری میں اس قدر مشہور ہو کہ تمام عرب اُس کے نام سے تھراتا ہو۔

صحرا کی زندگی

آگے بڑھنے سے پہلے مجھے صحرا کی زندگی کے متعلق چند تمہیدی کلمے کہدینے چاہئیں۔ سفر شروع کرنے سے پہلے ہی مجھے معلوم ہوگیا تھا کہ نجد میں سیاحت کے لئے ضروری ہو کہ چہرے پر داڑہی موجود ہو۔ چنانچہ میں نے اپنی داڑہی کی پرورش شروع کر دی تھی۔ نجد کی سرحد میں داخل ہوتے ہوئے میری داڑہی کافی حد تک دراز ہو چکی تھی۔ میں نے بدوی لباس بھی خرید لیا تھا۔ لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ سر بھی منڈانا پڑے گا۔ قریات الملح میں مجھے اس کی خبر ہوئی۔ میں نے اپنا سر نجدی اُستروں کے رحم پر چھوڑ دیا۔ چند لمحوں کے اندر کھوپڑی صاف تھی۔ میں نے آئینہ دیکھا تو اپنی صورت پہچان نہ سکا۔ لمبی داڑہی، مونچھیں صاف، سر گھٹا ہوا۔ ایک عجیب شکل نکل آئی!

مجھے پہلی ہی منزل میں معلوم ہوگیا کہ یہ سفر کس قدر تکلیف دہ ہوگا۔ شہری زندگی بسر کرنے والوں کے لئے اس سے بڑھ کر عذاب کیا ہوگا کہ وہ صابون تک نہ پائیں۔ صحرا میں صابون، نایاب ہو۔ بہت قیمت پر بکتا ہو۔ خود صحرائی عربوں کو اس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ اپنے کپڑے کبھی نہیں دہوتے۔ کھانے کے بعد ہاتھ بھی نہیں دھوتے۔ اُن کا عام مقولہ ہو "مردوں کا صابون، اُن کی داڑہی ہو!" یہاں کی زندگی میں پہلی مرتبہ مجھے داڑہی کا فائدہ معلوم ہوا۔ یقیناً داڑہی، صحرا میں بہت مفید چیز ہو۔ رومال کی پوری قائم مقامی کرتی ہو۔ کھانے کے بعد ہاتھ منہ اسی مقدس رومال سے پونچھ لئے جاتے ہیں!

قریات الملح سے جوف تک ہمیں ۹ دن چلنا تھا۔ اس تمام راستے میں ہمیں صرف ۳ کنوئیں ملے۔ آگے کے لئے ہم نے پانی بھر لیا۔ میں نے عجیب بات یہ دیکھی کہ اونٹوں نے ۹ دن کی مدت میں صرف ایک مرتبہ پانی پیا۔ میرے ساتھی مسافروں نے بتایا کہ جاڑے میں اونٹ پندرہ پندرہ دن بغیر پانی پئے چلتے رہتے ہیں۔ میرے یہ ساتھی، صحرائی بدو تھے۔ میں نے اُنھیں نہایت خوش اخلاق پایا۔ اُن کے اخلاق کا ایک ثبوت یہ ہو کہ اگرچہ اُنھیں مصر اور اُس کے بادشاہ سے کوئی طمع یا خوف نہیں، لیکن چونکہ وہ جانتے تھے کہ میں مصری ہوں، اس لئے راستے بھر بلند آواز سے مصر اور اُس کے بادشاہ کے لئے دعائیں مانگتے رہے۔ اُنکے اس طرز عمل نے مجھ پر بہت اثر کیا۔ میں نے محسوس کیا کہ اسلام نے کتنی مختلف قوموں کو ایک رشتہ میں منسلک کر کے بھائی بھائی بنا دیا ہو!

یہ بدو اگرچہ اپنی فطری سادگی پر قائم ہیں، تاہم اُنکے اقوال اور حرکات و سکنات، اُن کی غیر معمولی ذہانت کا پتہ دیتے ہیں۔ یہ لوگ فضول گوئی سے پرہیز کرتے ہیں۔ سیاسی اختلافات سے بھی گریز کرتے ہیں۔ راستہ بھر میں نے کبھی نہیں سُنا کہ اُنھوں نے نجد یا حجاز کی سیاست پر ایک لفظ بھی کہا ہو۔ جب کبھی میں نے کوئی ذکر چھیڑا تو وہ یہ کہکر پہلو بچا لیجاتے تھے "حکومت، خدا کی ہو اور پھر عبد العزیز بن سعود کی"۔ اُن کی گفتگو کا اصلی موضوع، عرب کی شجاعت، سخاوت اور دینی فضائل و مکارم تھا۔ عربی شعر اگرچہ صحرا ہی میں پیدا ہوا، مگر چونکہ نجدی ہمیشہ ذکر الٰہی میں مشغول رہتے ہیں، اس لئے شعر و شاعری کو زیادہ پسند نہیں کرتے۔ اُن کی دینی روح سمجھنے کے لئے یہ واقعہ کافی ہو کہ راستے میں ہمیں ایک مقام ملا۔ اس کا نام "حظوظہ" ہے۔ یہ دراصل وسط صحرا میں ریگ کی جگہ مٹی کا ٹیلہ ہو۔ اسکی مٹی اتنی چکنی ہو کہ اونٹ کا پاؤں اُس پر جم نہیں سکتا اور انسان کے لئے بھی اُس پر چڑہنا بہت مشکل ہو۔ بدوؤں میں عام طور پر مشہور ہو کہ اس ٹیلے کے نیچے سونے کا خزانہ مدفون ہو۔ لیکن چونکہ ساتھ ہی یہ بھی مشہور ہو کہ قوم لوط اسی مقام پر آباد تھی اور یہیں برباد ہوئی، اس لئے اُن کی دینی روح کسی طرح گوارا نہیں کرتی کہ یہ مقام جا کر دیکھیں جہاں عذاب الٰہی نازل ہو چکا ہو۔ چنانچہ یہ واقعہ ہو کہ صدیوں سے اس ٹیلے کو کسی انسانی قدم نے نہیں چھوا!

آٹھویں دن ہم ایک مقام پر پہونچے جسے "فرجیہ" کہتے ہیں۔ مجھے سخت حیرت ہوئی۔ کیونکہ اسکے گرد کے پہاڑ برف سے ڈھکے تھے اور نیچے ہر طرف سبزہ زار تھا۔ صحرا میں ایسا منظر میرے لئے بالکل خلاف توقع تھا۔ یہ جگہ سوئٹزرلینڈ کے مناظر پیش کرتی تھی۔ بلکہ اس کے منظر میں صحرا کی مہیب خاموشی نے ایک عجیب جلال و جمال کا مرکب منظر پیدا کر دیا تھا!

"جوف"

نویں دن ہم جوف پہنچ گئے۔ حاکم جوف عبداللہ محمد بن عقیل نے جوں ہی سُنا، اپنے آدمی استقبال کے لئے بھیجدئے اور بذات خود بھی قصبہ کے پھاٹک پر آ کر خیر مقدم کیا۔

"جوف" ایک چھوٹا سا قصبہ ہو۔ چاروں طرف پہاڑ ہیں۔ یہاں کی کھجور، عرب بھر میں مشہور ہو۔ گیہوں، جو، اور بعض ترکاریوں کی بھی کاشت ہوتی ہو۔ انگور، شفتالو، اخروٹ، نارنگی، لیموں، اور خربوزہ بھی پیدا ہوتا ہو۔ باشندے تجارت پیشہ بھی ہیں اور دستکار بھی۔ کھال کی دباغت یہاں اچھی ہوتی ہو۔ اونی کپڑوں کی وجہ سے بھی اسے بہت شہرت حاصل ہو۔ نجد کی مشہور عبا "عبی الجوف" یہیں تیار ہوتی ہو۔ اونٹ اور بھیڑ بکری کی تجارت کی بھی یہ ایک بڑی منڈی ہو۔ اس کے صحرا میں شتر مرغ، ہرن، اور گورخر بکثرت موجود ہیں۔ شتر مرغ کا گوشت عرب بہت پسند کرتے ہیں۔ میری دعوتوں میں بھی یہ گوشت

برابر موجود ہوتا تھا۔

ایک واقعہ

حاکم جوف امیر عبداللہ بن عقیل کی بابت مجھے ایک بات ضرور کہدینی چاہئے۔ یہ حاکم، دوسرے عرب حکام کے برخلاف ذی علم اور وسیع المعلومات ہے۔ شریعتہ حقہ کے مطابق حکومت کرتا ہے۔ اس کے علاقے میں جرائم بالکل ناپید ہیں۔ مثال کے طور پر ایک چشم دید واقعہ لکھتا ہوں:

ایک دن میں امیر موصوف کی مجلس میں موجود تھا کہ ایک شخص نے آکر کہا "میں حائل سے آرہا ہوں۔ جوف سے ۴ دن کے فاصلے پر ایک بھری ہوئی بوری میں نے پڑی دیکھی ہے" حاکم نے سوال کیا "اس بوری میں کیا ہے؟" شخص مذکور نے جواب دیا کہ "مجھے نہیں معلوم" اس واقعہ کے دوسرے دن ایک اور شخص نے یہی خبر پہنچائی۔ حاکم نے اُس سے بھی یہی سوال کیا۔ اُسنے کہا "اسمیں قہوہ ہے" حاکم نے پوچھا "تونے کیوں کر جانا؟" اُسنے کہا "اپنی لاٹھی سے دباکر" امیر حاکم نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اسے ۵۰ بید لگادو۔ مجھے اس سزا پر بہت تعجب ہوا اور امیر سے استفسار کیا۔ اسنے جواب دیا "بوری دیکھنا جرم نہیں ہے، لیکن اسنے یہ جستجو کیوں کی کہ اُس میں کیا ہے؟ اسے اس کا کوئی حق نہ تھا۔ کیونکہ بوری اس کی نہ تھی" اس کے بعد امیر نے مجھے بتایا کہ اہل نجد، عموماً نہایت دیانت دار اور پرہیزگار ہیں اگر راستے میں سونا بھی پڑا ہو تو کبھی اُن کی نیت نہیں بدلے گی!

جوف کا دارالحکومت، ایک قلعہ نما عظیم محل میں واقع ہے۔ اس کا نام "قصر مارد" ہے۔ یہودیوں نے اپنے عروج کے زمانے میں تعمیر کیا تھا باشندوں کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے ۴۰ سال پہلے یہ بنا تھا۔

جوف کے باشندے باوجود غریب ہونے کے بڑے مہمان نواز ہیں۔ مہمان کی خدمت و خاطر فرض عین سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ خوب تندرست ہیں۔ میں نے کوئی شخص بھی کمزور، اور دُبلا نہیں دیکھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا، پوری آبادی میں ایک انسان بھی بیمار نہیں ہے وجہ یہ ہے کہ یہاں کی آب وہوا نہایت عمدہ ہے، پیداوار کافی ہے اور باشندے طبیعی اور سادہ زندگی بسر کرتے ہیں۔

امیر عبداللہ نے مجھ سے یہ بھی بیان کیا کہ انگریز اور امریکن سیاحوں نے بار بار کوشش کی کہ علمی اور جغرافیائی تحقیقات کے بہانہ سے آگے بڑھیں۔ مگر سلطان ابن سعود نے اجازت نہیں دی۔ وہ جانتے ہیں کہ اسی قسم کے حیلوں سے اُنھوں نے مشرقی ملکوں میں اپنے قدم جمائے۔ ایک مرتبہ ایک انگریز مسٹر آنشر بہت سی موٹریں اور روپیہ لے کر آیا اور یہ ظاہر کیا کہ جوف کی مٹی بہت عمدہ ہے اس لئے وہ مٹی کے برتن بنانے کا کارخانہ قائم کرے گا۔ مگر سلطان نے قیام کی اجازت نہیں دی۔ ایک اور یورپین نے کہا کہ خود پائے تخت ریاض میں پٹرول کے زمین دوز چشمے موجود ہیں۔ میں انھیں نکال دے سکتا ہوں۔ مگر سلطان نے اسے بھی منظور نہیں کیا۔ حالانکہ نجد کے باشندوں کو پٹرول کی بہت ضرورت ہے۔ سلطان کی دلی آرزو ہے کہ خالص اسلامی علمی جماعتیں نجد میں آئیں اور یہاں کی قیمتی کانیں نکالیں کہ وہ یورپین کمپنیوں، تاجروں اور "علمی محققوں" کی آمد و رفت سے ڈرتے ہیں۔

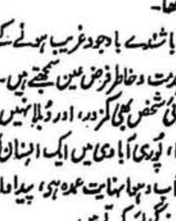

خواطر و سوانح

زندگی پر آخری نظر

ایک کروڑپتی نے خودکشی کرتے وقت کیا محسوس کیا؟

مسٹر جیمس وہائٹ، لندن کا مشہور کروڑپتی تھا لیکن ایک ناگہانی خسارہ نے اُسے دیوالیہ کردیا۔ گزشتہ ماہ اُسنے زندگی سے بیزار ہوکر خودکشی کرلی لیکن مرنے سے پہلے ذیل کی تحریر لکھکر اپنی میز پر رکھدی تھی:

"میں اسوقت ابدیت وخلود کے دروازہ پر کھڑا ہوں اور دُنیا کے نام اپنا آخری پیام لکھ رہا ہوں۔ میں نے زندگی پر اُس نقطۂ نظر سے نگاہ ڈالی ہے، جو ایک مرنے والے انسان ہی کا نقطۂ نگاہ ہوسکتا ہے!

***

میرے فنا پذیر عقیدے میں دُنیا کا قدیم عالمگیر تمدن ۴ راگست ۱۹۱۴ء (یعنی جنگ عمومی کے آغاز کی طرف اشارہ کرتا ہے) میں مرگیا۔ اس کے بعد سے ابتک جدید عالمگیر تمدن کی پیدائش نہیں ہوئی ہے۔

***

میں نے بادشاہوں کی میزبانی کی امیروں کو بے تکلفانہ اُنکے سادہ ناموں سے پکارا۔ میری ملکیت میں شاندار جہاز تھا جس میں نے پورے کرۂ ارضی کی سیر کی۔ میرے اصطبل میں اصیل گھوڑوں کی صفیں بندھی تھیں۔ میں تھیٹروں کا بھی مالک تھا۔ بڑی بڑی اخبار جاری کرنے والی کمپنیوں میں بھی میرے حصے تھے۔ میں نے عظیم الشان تجارتی کاروبار کئے۔ میرا رأس المال پندرہ کروڑ پونڈ (۴۵ کروڑ روپیہ) تک پہنچگیا تھا۔ میں نے صرف ایک دن کے اندر ۵۰،۰۰۰ پونڈ نفع کمایا تھا۔ اِن حالات میں، میں امید کرتا ہوں کہ سب لوگ مجھ سے اتفاق کرینگے کہ مجھے زندگی کے بارے میں اظہار رائے کا حق حاصل ہے۔

***

"مجھ پر زندگی کے گرم اور سرد، ہر طرح کے موسم گزر چکے ہیں۔ میں نے فاقہ کشی کی مصیبت کا مزہ بھی چکھا ہے، اور میں نے دولت کی سرگرانی بھی محسوس کی ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تین دن کے بھوکے کا احساس کیا ہوتا ہے؟ اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ دولت کی فراوانی دل ودماغ پر کیا اثر ڈالتی ہے؟ مجھ پر وہ وقت گزر چکا ہے جب میری کوئی آرزو بھی ایسی نہ تھی جو میری قدرت سے باہر ہو۔ میں نے وہ دن بھی دیکھے ہیں جب ہزاروں انسان اپنے پیٹ کی روٹی کے لئے میرا ہاتھ تکتے تھے!

***

"گھوڑدوڑ کے ایک دور میں میں نے ۱۰۰،۰۰۰ پونڈ جیتے تھے لیکن ایک وقت وہ بھی تھا جب تاش کی ایک بازی میں میری جیت صرف ایک شلنگ تھی! دولتمندی کے لاکھ اور غربت کا شلنگ! دونوں کی جیت کے الگ الگ اثر میرے دل نے محسوس کئے۔ ایک مرتبہ ۱۹ میں لندن سے ڈیل تک کی ۸۰ میل کی مسافت، میں نے اپنے پیروں سے طے کی تھی، کیونکہ میرے پاس ریل کا کرایہ نہ تھا۔ پھر ایک وقت وہ بھی دیکھا جب پوری ٹرین صرف میرے لئے روانہ ہوتی تھی تاکہ مجھے منچسٹر پہنچا دیا کرے!

***

"میری زندگی کے ان آخری لمحوں میں میرا حافظہ، زندگی کے تمام انقلابات ایک ایک کرکے میری آنکھوں کے سامنے سے گزار رہا ہے۔ اسوقت میں اس قابل ہوں کہ زندگی پر ایک منصفانہ فیصلہ کی نظر ڈال سکوں!

***

"زندگی کے متعلق میرا زم سے زم فیصلہ یہ ہے کہ وہ ایک عظیم انسانی کڑھائی ہے جو طمع، شہوت، اور حماقت کے مہیب آتشدان پر پک رہی ہے۔ تمام بلند، رقیق، شریف جذبات ناپید ہو چکے ہیں۔ اُن کی جگہ خبیث، فاجرانہ، پرشور عناصر نے لی ہے۔ قوت اور مال کی خواہش اس قدر زبردست ہوگئی ہے کہ بالشویزم کے سوا کوئی دوسری قوت اُس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔

***

"زندگی کے تمام دن باہم مشابہ ہیں، اُکتا ڈالنے والے ہیں، تھکا ڈالنے والے ہیں۔ ایک ہی قسم کے چہرے، ایک ہی قسم کے مزاج، ایک ہی قسم کے دل، ایک ہی قسم کی چیزیں! ہر نیا دن ویسا ہی بُرا جیسا پچھلا دن تھا! ہر نفس طمع وہوس سے اُسی طرح لبریز جس طرح دُنیا کا ہر باشندہ! زیادہ مال کی مجنونانہ طلب! زیادہ عیش کی غرض پرستانہ خواہش! مگر کام بہت کم، نیکی اور بھی کم! انسانوں کی بھیڑ مال جمع کرنے پر ٹوٹ پڑی ہے۔ کسی کو خودداری کا خیال نہیں۔ کسی کو شرافت کی پروا نہیں۔ ایک حساس آدمی کے لئے یہ منظر موت سے کم نہیں!

***

"اس اسٹیج پر دولت کا کوئی دیوتا نمودار ہوتا ہے۔ خوشامدیوں، چاپلوسوں، ابن الوقتوں کی بھیڑیں اُس پر ٹوٹ پڑتی ہیں، وہ کھلاتا پلاتا ہے۔ جلسے کرتا ہے، لہوولعب کے تمام سامان مہیا کرتا ہے۔ اُسکی بڑی تعریفیں ہونے لگتی ہیں۔ اُس کی دوستی کا لاکھوں دَم بھرنے لگتے ہیں۔ اُسے ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ اس زمین پر مجھ سے بڑا، مجھ سے زیادہ خوش نصیب کوئی انسان نہیں۔ میں خدا کا پسندیدہ اور اُس کی مخلوق کی آنکھ کا تارہ ہوں!

"لیکن ادہر اُس کا سونا چاندی ختم ہوا، اُدہر دُنیا کی نظریں بھی پھر گیئں۔ اب نہ دوست دوست ہیں نہ عزیز عزیز۔ حسرت اور ندامت، صرف یہ دو مکروہ رفیق زندگی بھر کی رفاقت کے لئے اُسکے پہلو میں

رَہ جاتے ہیں!

***

"میرے خیال میں جو کوئی بھی زندگی کو اس نظر سے دیکھے گا اور اس معیارِ نظر سے وزن کرے گا، وہ ہرگز ہمیشہ کی نیند سو جانے پر آزردہ نہیں ہو سکتا!

***

"لیکن، ٹھہرو! مجھے اپنی زندگی کے اس آخری لمحے میں ایک نظر اوپر اُٹھانے دو۔ آہ! یہ دیواروں پر میری بیوی اور میرے تینوں بچوں کی تصویریں آویزاں ہیں۔ یہ دیکھو، میری بیوی کی محبت و اخلاص سے لبریز آنکھیں مجھے دیکھ رہی ہیں!

"اُف! یہ میرے لڑکے کے متبسم ہونٹ ہل رہے ہیں۔ مجھے آواز سنائی دے رہی ہے: "ابا! ابا! یہ تم ہو!"

"الٰہی! یہ میری دونوں لڑکیاں کھڑی ہیں۔ اپنی طویل پلکوں کے اندر سے مجھے دیکھتی اور پدرانہ شفقت کے بوسہ کے لئے بڑھ رہی ہیں!

"ہاں، اب میں زندگی کی مسرت محسوس کرتا ہوں!.......

لیکن ہم اس مسرت سے بھی کیوں نہ دست بردار ہو جائیں؟

***

"کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ انسان زندگی کی تمام مصائب و آلام اپنے محبوبوں کے روبرو پہنچکر بھول جاتا ہے؟

"لیکن یہ دیکھو، میرے محبوبوں کی تصویروں پر پردہ پڑ گیا۔ ....اب میرا سر چکرا رہا ہے۔ میرے سینے کے اندر شعلے سے بھڑک رہے ہیں۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں ایک دہکتے ہوئے تنور پر کھڑا ہوں ....میں نے قمار میں اپنی پوری دنیا کھو دی۔ مجھے اس معصیت کا کفارہ ادا کرنا چاہئے!

....

***

"میری بیوی، میرے عزیز بچو، میرے وہ تمام دوستو جو اسوقت بھی میرے دل میں موجود ہو! خدا تمھیں برکت دے! اور تمھارے ساتھ ہو! خدا کرے، تم دنیا اور دنیا کی زندگی کو اُس سے زیادہ نہ سمجھو جس قدر وہ فی الحقیقت ہے!......................

........................"

افسانہ

نپولین پر قاتلانہ حملے

نپولین بوناپارٹ کے اخلاق پر مورخین نے جس تفصیل سے نظر ڈالی ہے شاید جدید دنیا کے کسی انسان کی شخصیت اس قدر زیر بحث نہ رہی ہو۔ نپولین نے یورپ کی بڑی بڑی سلطنتیں اُلٹ ڈالی تھیں۔ اخلاق کے قانون میں اس کی فاتحانہ اولوالعزمی، اخلاق کا سب سے بڑا جرم تھی۔ اور اسی وجہ سے مفتوح ملکوں میں اُس کی جان کے ہزاروں دشمن پیدا ہو گئے تھے، لیکن یہ واقعہ ہے کہ اُس کی پوری زندگی میں، اُس پر قاتلانہ حملے صرف دو ہی ہوئے۔ حملہ آوروں کے جذبات ہمیں سمجھنے چاہئیں۔ اُن پر ظلم ہوا تھا۔ اُن کی آزادی چھینی گئی تھی۔ وہ جوش اور ہیجان قوم پرستی میں سب کچھ کر سکتے تھے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ نپولین نے اِن کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ کیا ایک مجرم کی وجہ سے سیکڑوں بے گناہ قتل کئے گئے؟ کیا خود مجرموں کو اُس ہولناک طریقہ پر سزا دی گئی جو عام طور پر آج بھی "متمدن" دنیا میں رائج ہے؟ تاریخ اس کا اعتراف کرتی ہے کہ اس فراخدل، بلند ہمت انسان نے پوری شرافت سے دونوں قاتلوں کو معاف کر دینا چاہا، اگرچہ اُن میں سے ایک نے معافی قبول نہیں کی اور موت کو ترجیح دی۔ یہ دونوں واقعے بہت دلچسپ اور عبرت انگیز ہیں۔

بویریا میں حملہ

شاہ بویریا (جرمنی) نے آسٹریا کے مقابلہ میں نپولین سے مدد طلب کی تھی۔ نپولین ۲۲ر جولائی کو وہاں داخل ہوا۔ شاہ بویریا اُس کے پہلو بہ پہلو چل رہا تھا۔

اُسوقت بویریا کے باشندوں میں اپنے ملک کی سیاسی حالت کے متعلق سخت اختلاف رائے تھا۔ ایک گروہ فرانسیسی اثر پسند کرتا تھا دوسرا آسٹریا کو ترجیح دیتا تھا۔ نپولین کے آنے سے ایک دن پہلے اُس شہر کے دو آدمیوں میں تکرار ہو گئی۔ اُن میں سے ایک فرانس کا طرفدار تھا دوسرا آسٹریا کا۔ آخر الذکر کا نام "لوئی وولف" تھا۔ اُس کی عمر ۲۸ برس کی تھی۔ فرانس اور نپولین سے سخت نفرت کرتا تھا۔ نفرت کی وجہ بالکل معقول تھی۔ اُس کا باپ اور بھائی فرانسیسیوں کے ہاتھوں قتل ہو چکے تھے اور ماں کو جاسوسی کے الزام میں اس قدر تکلیف دی گئی تھی کہ وہ جانبر نہ ہو سکی۔ اس سے بھی زیادہ اُس کی ناراضی کا سبب یہ تھا کہ جس جنگ میں مدد کے لئے نپولین کو بلایا گیا تھا، اُس کی وجہ سے اس شخص کی شادی ملتوی ہو گئی تھی۔ اُسے اپنی منگیتر سے غایت درجہ محبت تھی وہ کسی طرح بھی شادی میں تاخیر گوارا نہیں کر سکتا تھا۔

غرضکہ اِن اسباب کی وجہ سے شخص مذکور غصہ سے دیوانہ ہو رہا تھا۔ اُسنے اپنے ساتھی کو فرانس کی طرفداری کی وجہ سے زدوکوب کیا اور قسم کھائی کہ کل نپولین کو ضرور قتل کر ڈالے گا۔ اُسنے کہا "اگر مادرِ وطن کے اس ظالم دشمن کے قتل کی کسی کو جرأت نہیں۔ تو میں یہ مہم انجام دوں گا اور ملک کو اُس کے شریر دشمن سے ہمیشہ کے لئے نجات دلا دوں گا!"

چنانچہ وہ اس ارادہ سے فوراً روانہ ہو گیا۔ اُسے نپولین کی آمد کی تاریخ معلوم نہ تھی۔ بازار میں ایک بویرین سپاہی کے گرد بھیڑ لگی تھی۔ یہ ابھی ابھی میدانِ جنگ سے آیا تھا۔ لوگ لڑائی کی خبریں پوچھ رہے تھے وہ بتا رہا تھا کہ فرانسیسی فوجوں نے کس طرح آسٹرین فوجوں کو پسپا کر دیا ہے۔ لوئی وولف نے آگے بڑھ کر سوال کیا:

"نپولین ہمیں کب مشرف کرے گا؟"

سپاہی نے تعجب سے سر اُٹھا کر کہا:

"سپہ سالار کی زبانی میں نے سنا ہے کہ نپولین آج رات یا کل صبح شہر میں داخل ہوگا۔ وہ ابھی میدانِ جنگ کا نقشہ مرتب کرنے میں مصروف ہے۔ معلوم ہوتا ہے تم اُس کے سلام کے لئے بہت بےچین ہو"

"ہاں میں اُسے ایک بالکل انوکھے طریقہ سے سلام کرونگا!"

وولف نے جواب دیا!

پھر یہ شخص اپنے مکان گیا، بندوق لی، اور شارعِ عام پر ایک خالی مکان میں چھپکر بیٹھ گیا۔ صبح وہ بڑی بےچینی سے کھڑکی میں بیٹھا نپولین کی آمد کا انتظار کر رہا تھا۔ سورج کی کرنوں کی روشنی میں اُسے دور سواروں کی صفیں نظر آئیں۔ سب سے آگے ایک درمیانی قد کا سوار سر پر ممتاز ٹوپی پہنے آ رہا تھا۔ وولف نے سمجھ لیا کہ نپولین یہی ہے۔ بندوق درست کر کے چھتیائی لیکن اُس کے ہاتھ کانپنے لگے۔ قریب تھا کہ بندوق گر جائے۔ مگر اُسنے اپنے تئیں سنبھالا۔ جب نپولین چند گز کے فاصلہ پر آ گیا تو فیر کرنا چاہا۔ لیکن عین اُسوقت اچانک، پیچھے سے ایک ہاتھ بڑھا اور اس زور سے اُسے کھینچا کہ بیہوش ہو کر گر پڑا۔

نپولین کو اس واقعہ کی خبر بھی نہ ہوئی۔ وہ اپنی قیام گاہ میں پہونچا اور محکمۂ جاسوسی کے افسرِ اعلیٰ کو بلا کر گفتگو کرنے لگا:

"فرانسیسی فوج کے خلاف کسی سازش کا تو پتہ نہیں چلا؟"

"ہاں حضورِ والا! ۳۰ سازشوں سے زیادہ کا حال اب تک معلوم ہو چکا ہے"

"سازش کے بانیوں کا بھی کچھ پتہ لگا؟"

"مجھ پر سب سے بڑا فرض شہنشاہ کی زندگی کی حفاظت کا ہے۔ میرے ایک افسر نے ابھی ابھی ایک ناعاقبت اندیش کو گرفتار کیا ہے جو حضور پر گولی چلانے والا تھا"

نپولین نے تعجب سے پوچھا:

"وہ پروشیا کا باشندہ ہے یا آسٹریا کا؟"

"بویرین ہے" افسر نے جواب دیا۔

نپولین یہ سنکر سخت متحیر ہوا:

"خوب! میں تو اس بدنصیب ملک کو آسٹریا کی غلامی سے بچانے کے لئے فرانسیسی فوج کا خون بہا رہا ہوں، اور اُس کا بدلہ مجھے یہ دیا جاتا ہے کہ دھوکے سے قتل!"

اُسنے مجرم کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ ۲۰ منٹ کے بعد وہ موجود تھا۔ نپولین کھڑا تھا۔ مجرم اُسکے سامنے لا کر کھڑا کیا گیا۔ اُس کے دہنی طرف بویریا کا ولیعہد تھا۔ بائیں جانب جنرل برتھیہ۔ نپولین نے اپنی آنکھیں مجرم کے چہرہ پر جما دیں۔ اُن آنکھوں میں نہیں معلوم کیا طلسم

ص قوت تھی کہ مجرم تاب لا سکا۔ منہ کے بھل گر کر چلایا: "عفو! عفو!"

نپولین نے نرمی سے پوچھا "وہ اسباب کیا تھے جنھوں نے تجھے اس جرم پر آمادہ کیا؟"

مجرم نے تمام واقعات صحیح صحیح بتا دیئے۔ اسپر نپولین نے کہا:

"لیکن اسمیں میرا قصور کیا ہے؟ اگر وہ ل یورپ مجھے مٹانا چاہتی ہے اور میں اپنی مدافعت کرتا ہوں تو میرا گناہ کیا ہے؟ تمھاری شادی روکنے کا میں نے حکم نہیں دیا۔ نہ میں اُس کے التوا کا اصلی سبب ہوں۔ لیکن اگر تم مجھی کو باعث سمجھتے ہو تو میں ابھی حکم دیتا ہوں کہ آج ہی تمھاری منگیتر سے تمھاری شادی ہو جائے۔ میں اپنی جیب خاص سے سو اشرفیاں اس تقریب میں پیش کرتا ہوں۔ برتھیہ! کل تم فوج کے ایک دستہ کے ساتھ اس شادی میں شریک ہونا، اور میری طرف سے دولھا دلہن کیساتھ جلوس میں چلنا!"

پھر نپولین مترجم کی طرف متوجہ ہوا:

"اس شخص سے کہدو کہ میں نے معاف کر دیا۔ میں تمھارے لئے خوشی و نرمی کا متمنی ہوں!"

وولف خلافِ توقع یہ برتاؤ دیکھ کر مبہوت ہو گیا۔ ولیعہد بویریا نے*

* نپولین سے کہا "آپ کا اخلاق واقعی نہایت قابلِ عزت ہے!" نپولین نے سادگی سے جواب دیا: "عزیز شہزادے! میں نے تو بادشاہی کا ایک مخصوص فرض ادا کیا ہے۔ کبھی کبھی عفو و کرم بادشاہوں کا مقدس فرض ہو جاتا ہے!"

مطبوعات الهـــلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

دینی علوم کے بیش بہا جواہر ریزے

اس سلسله میں هم نے اماميں کی ان نادر و اعلی درجه کی بلند پایه عربی تصانیف کے اردو تراجم کا سلسله شروع کیا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروری و ناگزیر هے - امید که یه "سلسلهٔ تراجم" بد نصیب هندوستان کی دماغی اصلاح کا کام دے :

اسوۂ حسنه ـــ امام ابن قیم کی فن سیرت میں شہرہ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑهائی روپیه -

کتاب الوسیله ـــ لفظ "وسیله" کی بحث کے علاوہ امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کی مبسوط بحث کی هے - بلا جلد اڑهائی روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه ـــ انکی تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورة الکوثر ـــ امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقی ـــ خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا هے - چهه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه ـــ حضرت امام کے ضروری حالات زندگی نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز ـــ علامه سید محمد رشید رضاء مصری کی تازہ کتاب کا اردو ترجمه - سوا روپیه -

آئمه اسلام ـــ ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامه ـــ فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت ـــ یه ایک علمی ' اسلامی ' سه ماهی رساله هے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اردو ' عربی ' فارسی ' انگریزی ' اور دوسری زبانوں کی تمام اهم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بہم پہنچانے کا اهتمام کیا هے- اسکے علاوہ آئمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - فی پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگی -

منیجر الهـــلال بك ايـــجنسى

(حلقه نمبر ۲۴ شیرانواله دروازہ لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"
24, LAHORE, PANJAB.

النحر الحلال في مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینه را
تازہ خواهی داشتن گر داغہاے سینه را

اردو صحافت کی تاریخ میں الهلال هی وہ رساله هے جو اپنی تمام ظاهری اور باطنی خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تهی -

الهـلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها ' لیکن چونکه وہ اردو صحافت کی مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کی نئی روح پیدا کرنی چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها- اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اُسکا هر باب اپنی مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ هوتا تها- پهر اس کی ظاهری خوبیاں اردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پہلا نمونه تهیں- اردو کا وہ پہلا هفته وار رساله تها ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چهپنے کی وجه سے بہت سی ایسی خوبیاں پیدا هوئیں جو پتهر کی چهپائی میں ممکن نہیں- اِس کی جلدیں جدید اردو علم ادب کے علمی ' مذهبی ' سیاسی ' اور اجتماعی مواد و مباحث کا بہترین مجموعه هیں- اِن کی مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کی تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کی پہلی جلد مکمل (جو دفتر میں بهی موجود نہیں) ساڑهے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدی هے - جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وہ بڑی سے بڑی قیمت پر بهی علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں- پچهلے دنوں "البـلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الهلال کے پرچوں کا بهی محفوظ ملا ' هم نے کوشش کی که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کی جا سکتی هیں مرتب کرلی جائیں اور جن جلدوں کی تکمیل میں ایک دو پرچوں کی کمی هو اُنهیں دوبارہ چهپوا لیا جاے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئی اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کی جلدیں پوری مکمل هوئی هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخری موقعه دیتے هیں- که اِس قیمتی ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدی کریں ' چونکه جلدوں کی ایک بہت هی محدود تعداد مرتب هوسکی هے اس لئے صرف اُنهیں درخواستوں کی تعمیل هوسکے گی جو سب سے پہلے پہونچیں گی- هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کی انڈکس به ترتیب حروف تہجی لگادی گئی هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه	الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه
" " " چهارم ۱۰ روپیه	" " " پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البـلاغ" (جب دوسری مرتبه الهـلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهی موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب هے- قیمت فی پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ هے -

منیجر "البـلاغ پریس"

دنیا کي بہترین کتابوں کیلئے بہترین رهنما:

تائمز اف لندن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور رفیع تبصره کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بهي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنت سے تقاضه کیجئے که وه تائمز لندن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مهیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C 4.

سے براہ راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

تائمز اف لندن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکهنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنت سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں' نفع بخش ایجنسیاں لیں' هندوستان سے خام پیدا وار بهیجیں' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمایه لیکر ایک وسیع کار و بار شروع کردیں' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بهید سیکهنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹهیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بہت تهوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعده علمي اصول پر معلوم کرلیں' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin—W 35

Post No. 24.

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میوؤں کو خشک کرنے اور پهلوں کو محفوظ رکهنے کیلئے ضروري هیں' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بہترین کارخانه هے - مندرجهٔ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکهیے

میوؤں' ترکاریوں' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقه وه هے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشهور هے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR: MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.